فیوضِ صحبت

حصہ دوم

صحبتِ انسانِ کامل، حضرتِ بحرالعلوم

شمس المفسرین، شیخ المحدثین، تاج العارفین، زبدۃ السالکین، استاذ العلماء،
خادم القرآن بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمتہ اللہ علیہ

کے

آخری پانچ سالہ دور کی خصوصی تدریسات، تفہیمات و فرمودات کا تاریخ وار ریکارڈ
خود حضرت قبلہ کے الفاظ و انداز میں

مرتبہ

تلمیذ و خلیفہ حضرت بحرالعلوم

ابوالمجاہد سید احمد خیرالدین قادری قدیری

حضرت قبلہ کے چند ارشادات

○ تم سب گواہ رہو۔ مجھے صوفی نہ سمجھیں نہ سمجھو۔ میں مسلمان تو ہوں۔ ساری تصوف کی کتابیں پڑھ لیا۔ تمام اعمال اور ریاضتیں کرلیا۔ بہت غور و فکر کرلیا۔ اب میں کیا ہوں؟ تو بس مسلمان۔ (۲۴/ ستمبر ۱۹۵۷ء، سہ شنبہ)

○ علیھا نحیا وعلیھا نموت وعلیھا نبعث ان شاء اللہ امنین مطمئنین غیر خزایا ولانادمین۔ بس میرا اس پر ایمان ہے۔ خدا کی رسی کو پہلے ان پکڑا، پھر میں پکڑا پھر ان پکڑا۔ اول و آخر وہی ہے۔ خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو ہاتھ سے چھوٹے تو دانتوں سے پکڑلو۔ اگر قرآن و حدیث کو پکڑے رہنے سے مجھے صوفی نہ کہیں تو مجھے قبول ہے۔ (۲۴/ ستمبر ۱۹۵۷ء، سہ شنبہ)

○ "توجہہ" والے موت کے بعد بے کار ہوجاتے ہیں اور "تموج" والے بعد وصال بھی اثر رکھتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ ہمارے پاس توجہہ بھی ہے مگر بعض وقت، ضرورت پر۔ کیوں کہ سرکار دو عالمؐ سے دو بھی ثابت ہیں گو زیادہ تموج ہی ہے۔ (۲۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء، دوشنبہ)

فیوض صحبت

حصہ دوم

صحبت انسان کامل حضرت بحر العلوم

شمس المفسرین، شیخ المحدثین، تاج العارفین، زبدۃ السالکین، استاذ العلماء،
خادم القرآن بحر العلوم حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرت رحمتہ اللہ علیہ
کے
آخری پانچ سالہ دور کی خصوصی تدریسات، تفہیمات و فرمودات کا تاریخ وار ریکارڈ
خود حضرت قبلہ کے الفاظ و انداز میں

مرتبہ

تلمیذ و خلیفہ حضرت بحر العلوم

ابو المجاہد سید احمد خیر الدین قادری قدیری

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب "فیوض صحبت" (حصہ دوم)

نام مصنف ابوالمجاہد سید خیرالدین قادری قدیری

سنہ اشاعت ڈسمبر ۱۹۹۵ء

بار اول ایک ہزار

کمپیوٹر کتابت "اردو کمپیوٹر سنٹر" فون 4413850

17-1-181/M/35 روبرو جامعہ عائشہ نسوان

داراب جنگ کالونی- مادناپیٹ- حیدرآباد ۵۹۰۰۰۶

طباعت اوایس گرافکس آفسیٹ پریس- حیدرآباد

قیمت -/30 روپیے

========== ناشر ==========

القدیر پبلیکیشنز، 16-3-241 ، چنچل گوڑہ، حیدرآباد 500024

ٹیلیفون نمبرات : 529760 رہائش : 529653

========== ملنے کا دوسرا پتہ ==========

○ "حسرت اکیڈیمی" --- "صدیق گلشن" قریب بہادر پورہ، حیدرآباد (اے-پی)

ایک
ہرست مضامین

مضمون	صفحہ
۱۔ پیش لفظ	۱
۲۔ امام اسلام حضرت بحرالعلوم	۲
۳۔ احسان	۱۵
۴۔ برق پارے	۱۵
۵۔ خیر و شر	۱۵
۶۔ وجہ حسن	۱۵
۷۔ حق اور اعتبار	۱۶
۸۔ شر کیا ہے ؟	۱۶
۹۔ اجماع	۱۶
۱۰۔ طلب نفع و دفع ضرر	۱۶
۱۱۔ معتزلہ، اشاعرہ اور صوفیاء	۱۷
۱۲۔ عامی	۱۸
۱۳۔ وجود و عدم	۱۸
۱۴۔ فارابی	۱۸
۱۵۔ بیع مملوک	۱۸
۱۶۔ اجتہاد و خطا، واجب و سنت و نفل	۱۸
۱۷۔ تقیہ	۱۹
۱۸۔ رخصت و عزیمت	۱۹
۱۹۔ سادات کو زکوۃ	۲۰
۲۰۔ قرآن و حدیث	۲۰
۲۱۔ نجس	۲۰
۲۲۔ تعریفات	۲۰
۲۳۔ علم غیب	۲۱
۲۴۔ جزیہ	۲۱
۲۵۔ کفر	۲۱
۲۶۔ دارالحرب	۲۱
۲۷۔ جبر و اکراہ	۲۲
۲۸۔ امتناع	۲۳
۲۹۔ کلیہ کا استنباط	۲۳
۳۰۔ سود	۲۳
۳۱۔ اسقاط	۲۵
۳۲۔ وجدانیات	۲۵
۳۳۔ ناسخ منسوخ	۲۶
۳۴۔ اچھا شاعر و مصور	۳۶
۳۵۔ عطائے خلافت	۳۶
۳۶۔ اجتہاد	۳۷
۳۷۔ حرام کرنا اور سمجھنا	۳۸
۳۸۔ اجتہاد ریسرچ ہے	۲۸
۳۹۔ علم اور لاعلمی	۲۸
۴۰۔ جبر و اکراہ	۲۹
۴۱۔ سزائیں اور شبہ	۲۹
۴۲۔ حاکم کا یقین	۳۰
۴۳۔ عدالت و سیاست	۳۰
۴۴۔ سالگرہ کی محفل کے دوسرے دن	۳۰
۴۵۔ نافرمانی بھی اطاعت	۳۳
۴۶۔ رافضیوں کی روایت	۳۳
۴۷۔ عورتوں کو دیکھنا	۳۴
۴۸۔ جلالت علمی	۳۴
۴۹۔ بار بار دہرانے سے برائی بھی گوارا	۳۴
۵۰۔ حجاج ابن یوسف	۳۴
۵۱۔ "فاینما تولوا"	۳۵
۵۲۔ "دلیل سے ڈراؤ"	۳۶
۵۳۔ سرسید کی غلطی	۳۶
۵۴۔ کیا سابقہ قبلہ کا حکم منسوخ ہے ؟	۳۶
۵۵۔ صلوۃ، اصطلاح شرعی	۳۷
۵۶۔ وحی اور الہام	۳۸
۵۷۔ ذلک الکتاب	۳۸
۵۸۔ جوش محبت میں نافرمانی	۳۸

۵۹۔ زیادہ بولنے کا نقصان ۳۹
۶۰۔ وضو نہیں جاتا ۳۹
۶۱۔ سورج گہن کی نماز ۳۹
۶۲۔ امتحان دو قسم کا ۳۹
۶۳۔ وقف لازم ۴۰
۶۴۔ اماموں کا اجتہاد ۴۰
۶۵۔ صرف مچھلی جائز ہے ۴۰
۶۶۔ مسح علی الخفین ۴۰
۶۷۔ وجود ۴۱
۶۸۔ سرکار مادر ہم ۴۱
۶۹۔ میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان نہیں ہے تو علحدگی ۴۲
۷۰۔ جھوٹ نہ بولنا اور استاد کی عزت کرنا ۴۳
۷۱۔ اختلاف کی گنجائش ۴۳
۷۲۔ علم و معرفت ۴۴
۷۳۔ صدق و حق ۴۴
۷۴۔ صالح بندے ۴۴
۷۵۔ ذکر ۴۴
۷۶۔ معروف ۴۴
۷۷۔ ہر مقام کا الگ حکم ۴۵
۷۸۔ بایزید" و سہروردی" ۴۵
۷۹۔ محبوبیت ۴۵
۸۰۔ حضرت قبلہ کے خلفاء ۴۶
۸۱۔ تصوف ۴۶
۸۲۔ وجود و شہود ۴۶
۸۳۔ اخلاص و بے خودی ۴۷
۸۴۔ مکاتیب فکر ۴۷
۸۵۔ ڈاکٹر ولی الدین ۴۸
۸۶۔ علم کی طلب ۵۰
۸۷۔ زبانوں میں تبدیلی اور بقا ۵۰
۸۸۔ طالب علم ۵۰
۸۹۔ امہات المومنین کا امتیاز ۵۰
۹۰۔ جبر و قدر ۵۰
۹۱۔ ابن تیمیہ ۵۱
۹۲۔ تخلیق آدم ۵۱
۹۳۔ آدم کو سجدہ ۵۱
۹۴۔ تفویض و تحقیق ۵۲
۹۵۔ خلیفہ ۵۲
۹۶۔ بے علمی کا اعتراف ۵۳
۹۷۔ ربوبیت ۵۳
۹۸۔ آدم اور ابلیس ۵۳
۹۹۔ رحمت ۵۳
۱۰۰۔ بخشش ۵۵
۱۰۱۔ وضو میں نیت ۵۵
۱۰۲۔ مردانگی ۵۵
۱۰۳۔ اعمال کی صورت ۵۵
۱۰۴۔ جنات و شیاطین ۵۵
۱۰۵۔ حضرت قبلہ کی مثالی مشکیں ۵۶
۱۰۶۔ بے نفسی ۵۶
۱۰۷۔ زبان کی بلاغت ۵۷
۱۰۸۔ ایصال ثواب ۵۸
۱۰۹۔ نماز پڑھنا ۵۸
۱۱۰۔ اعتبار قرآن ۵۸
۱۱۱۔ فقیر پر گرفت سخت ۵۹
۱۱۲۔ دنیا کی حد ۵۹
۱۱۳۔ مچھلی کے کانٹے ۶۰
۱۱۴۔ درود سول ۶۰
۱۱۵۔ توکل، صبر و رضا ۶۰
۱۱۶۔ دعا اور مشرب محمدی ۶۰
۱۱۷۔ "الصلوٰۃ" ۶۱
۱۱۸۔ کلائی اور بانہیں ۶۱
۱۱۹۔ دل و زبان ۶۱
۱۲۰۔ طالب علم ۶۱
۱۲۱۔ زبان کی حفاظت ۶۲

تمین

۱۲۲ـ محمدی المشرب	۶۲
۱۲۳ـ محبت، توحید، عبدیت	۶۲
۱۲۴ـ گناہ نیکیوں میں تبدیل	۶۳
۱۲۵ـ مقربین کا معاملہ	۶۳
۱۲۶ـ جمال اور حسن	۶۳
۱۲۷ـ علم غیب	۶۳
۱۲۸ـ علم اور احساس	۶۳
۱۲۹ـ دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا	۶۳
۱۳۰ـ حضورؐ کے ساتھ برابری	۶۵
۱۳۱ـ شرک فی الحکم	۶۵
۱۳۲ـ جائز کی حدود	۶۵
۱۳۳ـ خارجی	۶۵
۱۳۴ـ روحانیت	۶۵
۱۳۵ـ فضائل	۶۶
۱۳۶ـ بنی ہاشم اور بنی امیہ	۶۶
۱۳۷ـ جنگ جمل	۶۶
۱۳۸ـ صحابہ میں اختلاف رائے سازش	۶۷
۱۳۹ـ خلافت	۶۷
۱۴۰ـ نماز کا ترجمہ	۶۷
۱۴۱ـ "کوئی ہے"	۶۷
۱۴۲ـ "یاقہار"	۶۸
۱۴۳ـ سرکارؐ پر جادو کی روایت جھوٹی ہے	۶۸
۱۴۴ـ شر اور خلق	۶۹
۱۴۵ـ النفٰثٰت، حاسد، الخناس	۶۹
۱۴۶ـ ھوالاول والاخر والظاہر والباطن	۷۰
۱۴۷ـ سیت یدا ابی لہب کی تفسیر	۷۱
۱۴۸ـ غفلت و فنائیت	۷۲
۱۴۹ـ حکیم و رحیم	۷۲
۱۵۰ـ زیادہ گوئی	۷۲
۱۵۱ـ تکلیف بھی رحمت	۷۳
۱۵۲ـ غزوات و سرایا مدافعانہ نہ کہ جارحانہ	۷۳
۱۵۳ـ جنگ احد کا ذکر	۷۳
۱۵۴ـ خلفائے راشدین کے زمانوں میں حالات کا فرق	۷۳
۱۵۵ـ طبیعت کا تنوع	۷۵
۱۵۶ـ "رب"	۷۶
۱۵۷ـ خالق	۷۶
۱۵۸ـ آیت	۷۶
۱۵۹ـ رازق	۷۶
۱۶۰ـ حوالی	۷۶
۱۶۱ـ اخلاص	۷۶
۱۶۲ـ اسلام	۷۶
۱۶۳ـ اللہ کے پاس سدھار ہے	۷۶
۱۶۴ـ جنگ احزاب، حدیبیہ فتح مکہ، جنگ طائف	۷۷
۱۶۵ـ نسبت محبت کی بھی عداوت کی بھی	۷۹
۱۶۶ـ فتح مکہ	۷۹
۱۶۷ـ تسبیح و تحمید	۷۹
۱۶۸ـ تسبیح و تحمید اور استغفار	۷۹
۱۶۹ـ قدیم زمانے کی جنگ	۷۹
۱۷۰ـ غزوہ و سریہ	۷۹
۱۷۱ـ خواب، تعبیر اور عالم تشبیہ	۸۰
۱۷۲ـ "ما" کے معنی سورہ الکافرون	۸۱
۱۷۳ـ احسان کرنے والے کو زیادہ محبت ہوتی ہے	۸۲
۱۷۴ـ بزرگوں اور مرشد کی اولاد سے محبت اور خدمت	۸۲
۱۷۵ـ شک اور یقین	۸۲
۱۷۶ـ سورہ الکوثر کا پس منظر	۸۲
۱۷۷ـ دوسرے انبیاء اور حضورؐ کے معجزوں میں فرق	۸۳
۱۷۸ـ سورہ "الماعون" کی وضاحت	۸۳
۱۷۹ـ دین اور جزا	۸۵
۱۸۰ـ اللہ کا رحم	۸۵
۱۸۱ـ خواب کی اقسام اور ان کی تعبیر	۸۵
۱۸۲ـ سماج کے کاموں کی تقسیم اور	۸۷
۱۸۳ـ فقیر کا چلہ	۸۹

چار

۱۸۴۔ خواب کی بنیاد، جلب نفع اور دفع ضرر پر ۸۹
۱۸۵۔ الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل ۸۹
۱۸۶۔ خطرے سے کلام تک ۹۰
۱۸۷۔ حضرت قبلہ کا طرف عمل ۹۰
۱۸۸۔ حکومت باطن ۹۰
۱۸۹۔ ہم کیا کریں کہ ہمارا کشف و خواب ہمیشہ صحیح رہے ۹۰
۱۹۰۔ حقیقت محمدی کیا ہے؟ ۹۱
۱۹۱۔ فلسفہ اور مذہب ۹۲
۱۹۲۔ دیکھنا اور داد دینا ۹۲
۱۹۳۔ پازیٹو نگیٹو ۹۲
۱۹۴۔ شرک ۹۳
۱۹۵۔ غیر ممنوع کو ممنوع سمجھنا شرک فی الحکم ہے ۹۳
۱۹۶۔ خواب اور الہام ۹۳
۱۹۷۔ رویائے صادقہ کی طرح خیال و کشف بھی صادق ۹۴
۱۹۸۔ ابراہیمؑ کا خواب تعبیر طلب نہیں تھا ۹۵
۱۹۹۔ تحت حکم ۹۵
۲۰۰۔ الہام ۹۵
۲۰۱۔ حدت ۹۶
۲۰۲۔ بڑے لوگ ۹۶
۲۰۳۔ اقتضائے مقام ۹۶
۲۰۴۔ ہاتھ کٹے ہوں تو وضو معاف ۹۶
۲۰۵۔ تلاوت ۹۶
۲۰۶۔ خواب، خیال اور کشف ۹۶
۲۰۷۔ سیر الی اللہ ۹۷
۲۰۸۔ مرشد اور استاد ۹۷
۲۰۹۔ حضرت عمرؓ کی ایمانی قوت پہلے کم تھی؟ ۹۸
۲۱۰۔ جبرئیل سے ملاقات ۹۸
۲۱۱۔ حضرت خواجہ حضرت قبلہ کو اپنے بچوں میں شمار کرتے ۹۹
۲۱۲۔ آسمان اول ۱۰۰
۲۱۳۔ سبعہ قرأات ۱۰۰
۲۱۴۔ علم کا درجہ ۱۰۱
۲۱۵۔ اردو ادب میں مقام ۱۰۱
۲۱۶۔ ترجمہ میں تلقین ۱۰۲
۲۱۷۔ لذت درد ۱۰۲
۲۱۸۔ انبیاء و اولیاء ۱۰۲
۲۱۹۔ حضورؐ کی ہر بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ۱۰۲
۲۲۰۔ مرشد شان ہدایت ۱۰۲
۲۲۱۔ سرکار کا احسان ۱۰۳
۲۲۲۔ رضا و تسلیم ۱۰۳
۲۲۳۔ عیش ابد ۱۰۳
۲۲۴۔ دیوانہ کتا کاٹنے کی دعا ۱۰۳
۲۲۵۔ مشفق ۱۰۳
۲۲۶۔ غیب کی اقسام ۱۰۵
۲۲۷۔ مادہ بے علم ۱۰۵
۲۲۸۔ ستاروں کے درمیان اور دولت کے درمیان کشش ۱۰۵
۲۲۹۔ قیامت ۱۰۶
۲۳۰۔ ایک بزرگ ۱۰۶
۲۳۱۔ قرآن سے بار ۱۰۷
۲۳۲۔ زمانہ فترت کا حکم ۱۰۷
۲۳۳۔ بھلائی کو عام کرنا ۱۰۸
۲۳۴۔ میقات کا مسئلہ ۱۰۸
۲۳۵۔ خ بدل ۱۰۸
۲۳۶۔ تمام پیغمبروں کی ایک ہی تعلیم ۱۰۸
۲۳۷۔ ضرب المثل آیتیں..... ۱۰۹
۲۳۸۔ قرآن شریف کی خاصیت ۱۰۹
۲۳۹۔ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت اہم احتیاط ۱۰۹
۲۴۰۔ بیت المقدس ۱۰۹
۲۴۱۔ عام حکم کی تخصیص ۱۰۹
۲۴۲۔ "لنعلم" ۱۰۹

پانچ

۲۲۳۔ سرکاری طور سے حکم ۱۱۰
۲۲۴۔ تبدیلی قبلہ کی روایت ہے ۱۱۰
۲۲۵۔ پریشانیوں میں پڑھنے کی آیت ۱۱۰
۲۲۶۔ میاں بیوی میں محبت کے لئے آیت ۱۱۱
۲۲۷۔ فنائیت، دھوکا ۱۱۱
۲۲۸۔ فنائیت سے قریب کی حالت بدعقلی ۱۱۱
۲۲۹۔ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ۱۱۱
۲۵۰۔ "ابوالکلام سے ملا" ۱۱۲
۲۵۱۔ قرآن کے الفاظ ۱۱۲
۲۵۲۔ قاتل کو معافی یا سزا ۱۱۲
۲۵۳۔ وعلی الذین یطیقونہ ۱۱۲
۲۵۴۔ حیلہ شرعی ۱۱۳
۲۵۵۔ تجوید کی ایک غلطی ۱۱۴
۲۵۶۔ حج کے قیام کا ذکر ۱۱۳
۲۵۷۔ اللہ میاں کا معاملہ ۱۱۵
۲۵۸۔ اللہ کو بندوں سے محبت ۱۱۵
۲۵۹۔ دنیا آخرت کی کھیتی
اور آخرت دنیا کا انتظار جنت ۱۱۵
۲۶۰۔ دوزخ میں دھمال ۱۱۵
۲۶۱۔ اہل کتاب۔ کافر ۱۱۶
۲۶۲۔ حائضہ سے پرہیز ۱۱۷
۲۶۳۔ انی شئتم ۱۱۷
۲۶۴۔ حضرت قبلہ کا امتیاز ۱۱۸
۲۶۵۔ علم اوپر سے آتا ہے ۱۱۸
۲۶۶۔ الزانی والزانیۃ ۱۱۸
۲۶۷۔ طلاق۔ رجوع کا اختیار ۱۱۸
۲۶۸۔ کمانا مرد کا فرض، نفقہ عورت کا حق ۱۱۹
۲۶۹۔ غلام سے سلوک اور حاکم کی اہمیت ۱۱۹
۲۷۰۔ اسلامی حاکم اور معیار شہادت ۱۲۰
۲۷۱۔ اسلامی مملکت کے صدر یا
خلیفہ کا انتخاب اور حق رائے دہی ۱۲۱
۲۷۲۔ اشتعال طبع میں جرم ہلکا ۱۲۱
۲۷۳۔ اعتماد علی اللہ ۱۲۲
۲۷۴۔ عوام پر سزا ۱۲۲
۲۷۵۔ معصوم اور محفوظ ۱۲۲
۲۷۶۔ بے ارادہ جینا ۱۲۳
۲۷۷۔ بندہ کے پاس کچھ نہیں ۱۲۳
۲۷۸۔ وجود کا احساس ۱۲۳
۲۷۹۔ مولوی اور فقیر میں فرق ۱۲۳
۲۸۰۔ شرک کی حقیقت ۱۲۳
۲۸۱۔ کیفیات ۱۲۴
۲۸۲۔ رحمت عام ۱۲۴
۲۸۳۔ معافی، مغفرت اور رحم ۱۲۴
۲۸۴۔ دنیا اللہ کا علم ہے ۱۲۵
۲۸۵۔ کفر و شرک و زندقہ ۱۲۵
۲۸۶۔ محبت، توحید، عبدیت ۱۲۵
۲۸۷۔ امام جعفر صادق اور امام اعظم ۲۵

فیوض صحبت

حصہ اول

جضرت بحرالعلوم کے آخری دور کی خصوصی تدریسات کا تاریخ وار ریکارڈ حضرت قبلہ ہی کے الفاظ میں۔

وارث نور پیمبر صاحب علم صحیح

حضرت کے متعلق شاندار اور مفید تعارفی اور معلوماتی مضمون جو حضرت کی گوناگوں جہات سے قاری کو واقف کرتا ہے۔

قیمت -/30 تیس روپے

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ رحمۃ للعالمین ○

انسان کی فضیلت تمام مخلوقات پر علم ہی سے ہے۔ مسجود ملائک کو علم ہی کے امتحان میں کامیابی عطا ہوئی۔ پھر اس کے مطابق صالح اور مناسب عمل کر کے اللہ کا بہترین بندہ بن جانے کے لئے اسے کارگاہ عالم میں اتارا گیا۔ یہاں اس کی رہنمائی اور سرپرستی کے لئے اللہ نے اپنے چنے ہوئے برگزیدہ اور معصوم بندوں کو معلم بنا کر مختلف زمانوں میں بھیجا جنہوں نے اللہ کی رضامندی کے راستے اور طریقے تمام انسانوں کو بتائے۔ پھر اس نے اپنے آخری معلم کو بھیجا (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے ہدایت پانے والے ہر انسان کو نہ صرف مسجود ملائک بنا دیا بلکہ (قیامت تک کے لئے اپنے ہدایت و علم کے وارث جانشینوں کا سلسلہ چھوڑا۔ نور ہدایت کے ان وارثوں میں کبھی کبھی ایسے آفتاب بھی طلوع ہوئے جنہوں نے زندگی کی تمام راہوں میں "خیر کی کرنیں بکھیر دیں۔ اور حیات بعد ممات کی ساری الجھنیں درست کر دیں۔ ایسے ہی ایک "وارث نور پیمبرؐ" امام اسلام حضرت بحر العلوم محمد عبد القدیر صدیقی حسرت رحمتہ اللہ علیہ کے "فیوض صحبت" کا ایک حصہ اس سے قبل پیش کیا جا چکا ہے، اللہ کا فضل ہے کہ "فیوض صحبت" کا یہ دوسرا حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ سابقہ تجربہ کی روشنی میں اس بار مضامین کے عنوانات بنائے گئے اور ان کی فہرست بھی مرتب کر دی گئی ہے۔

انشاء اللہ اس سلسلہ کا تیسرا اور مختتم حصہ بھی جلد ہی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس ارادے کو جلد اور بہ سہولت پورا کرے اور اس سلسلے کے گوناگوں فوائد سے ہم کو متمتع فرمائے۔ آمین۔

غلام فقیر عبد القدیر

صوفی خیر الدین قدیری

امام اسلام حضرت بحرالعلومؒ

حصہ اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت قبلہ کی ہستی محتاج تعارف نہیں، تاہم اجنبی قاریوں کے لئے ہم نے وہاں آپ کے تعلق سے ضروری معلومات فراہم کر دی ہیں ناواقف قارئین حصہ اول ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت بحرالعلوم کی علمی صلاحیتوں اور کمالات سے تو زمانہ واقف ہے۔ آپ کے باطنی و روحانی درجات اور کیفیات سے بھی آپ کے متوسلین کے علاوہ بہت سے دوسرے بھی واقف ہیں۔ پھر بھی ان کا کچھ ذکر پہلی کتاب میں ہو چکا ہے۔ ان تمام باتوں کو دہرانا یہاں ضروری ہے نہ مناسب۔ البتہ جس بات پر ہم یہاں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت بحرالعلوم ان تمام ظاہری صفات و کمالات اور باطنی درجات و کیفیات میں سے نہ صرف ہر ایک میں دست گاہ رکھتے ہیں، بلکہ ہر ایک جہت میں "امام" ہیں۔ یہ کوئی مبالغہ کی بات نہیں۔ حقیقت کے اظہار اور واقعہ کے بیان کو اگر "مبالغہ" کہا جاسکتا ہے تو پھر اس بات کو بھی مبالغہ کہہ لیجئے۔ ورنہ یہ تو ایک ناقابل تردید سچائی ہے۔

سب سے پہلے قرون اولی میں اہل بیت اطہار کی سلسلہ وار ان بزرگ اور پاک ہستیوں کے لئے "امام" کا لقب استعمال ہونے لگا جنہوں نے نور نبوت کے تحت ظاہری و باطنی علوم کی پشت در پشت تعلیم دینے کا فرض بخوبی بنایا۔ اس کے بعد یہ لقب ان بے مثال حضرات کے لئے استعمال ہوا جنہوں نے قرآن و حدیث کے احکام و مسائل کو استنباط و اجتہاد کے ذریعہ ترتیب دے کر عام مسلمانوں کے لئے اسلام پر عمل کے راستے واضح اور آسان کر دیئے اور اس طرح فقہ اسلامی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ پھر قرون وسطیٰ میں جن قاریوں نے قرآن کی صحیح روایت کی حفاظت فرمائی اور اس کی

تعلیم و ترویج میں زندگیاں صرف کر دیں اور جن حافظانِ حدیث نے بڑی جانفشانی اور سخت چھان بین سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح روایتیں جمع کیں اور انہیں مسائل کے لحاظ سے مرتب فرمایا، ان کو "امام" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اس کے بعد کے زمانے سے بڑے بڑے مفسرین، محدثین، مکلمین و معلمین میں سے ان ممتاز شخصیتوں کو "امام" کہا جاتا رہا جنہوں نے مختلف علوم و فنون میں مقام حاصل کیا اور اس سے دوسروں کو مستفید بھی کیا۔ یہ صائب رائے اصحاب نہ صرف اپنے علم و فن میں مقام رکھتے بلکہ اس میں تکمیل، تحقیق اور انفرادیت کے بھی حامل ہوتے۔ اور اسی لئے اپنے اپنے فن میں "امام" کہلاتے۔ کوئی تفسیر کا امام ہے تو کوئی علم حدیث کا، کوئی فقہ کا امام ہے تو کوئی تاریخ کا، کوئی فلسفہ کا امام ہے تو کوئی منطق کا۔ لیکن یہ بات بہت ہی شاذ ہے کہ کوئی ایک شخص بہت سے علوم و فنون میں اس مقام و کمال اور تحقیق و انفرادیت کا حامل ہو کہ ان تمام علوم و فنون میں "امام" کہلا سکے۔ البتہ حضرت بحر العلوم کے بارے میں یہ بات ہر پہلو سے صادق آتی ہے کہ آپ یقیناً بہت سے علوم و فنون میں "امام" کا درجہ رکھتے ہیں۔ خاص پر اسلامی علوم و فنون میں آپ کو خاص کمال و انفرادیت حاصل ہے اور آپ کے اس کمال کا مقصود بھی "اسلام" ہے۔ اس لئے نہ صرف آپ کئی علوم و فنون میں "امام" کا درجہ رکھتے ہیں بلکہ زیادہ صحیح معنی میں آپ "امام اسلام" ہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ حضرت ممدوح کی ان تمام جہتوں کا جائزہ لیا جائے جو آپ کے "امام" ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ تاہم ان پر ایک نظر ڈال لینے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک اور اس سے متعلق علوم سے آپ کو کیا نسبت ہے؟ قرآن صحیح اور تجوید کے ساتھ پڑھنے کی آپ نے برسوں تعلیم دی اور اس کا اتنا سخت خیال رکھا کہ مخارج تو مخارج، معمولی معمولی فروگزاشتوں جیسے ہمس، قلقلہ، غنہ و مد وغیرہ کے سلسلے میں ذرا سے تساہل کو بھی گوارا نہ فرماتے خواہ

پڑھنے والا مستند قاری ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ آپ نے قرآن کا ترجمہ اس اہتمام سے فرمایا کہ قرآنی الفاظ کے حقیقی مفہوم سے زیادہ سے زیادہ قریب پہنچنے کے لئے ضروری محسوس ہوا تو ایک سے زیادہ، اور ممکنہ طور پر اردو میں مستعمل عربی الفاظ اور ترکیبوں سے کام لیا۔ پھر حل لغات کے ذریعہ عربی زبان اور محاورے سے پڑھنے والے کر قریب کر دیا۔ تفسیر اس احتیاط اور محنت سے فرمائی جو کلام اللہ کی عظمت و شان سے مکمل ہم آہنگ ہو۔ مطلق کو مقید کیا نہ مبین کو مشکوک و مبہم بنایا۔ غیر صحیح روایتوں اور شان نزول کی قیود سے قرآن کے مضامین کو آزاد فرمایا۔ کلام اللہ پر وارد ہو سکنے والے ہر شبہ اور اعتراض کو دور فرمایا۔ ادق مضامین کی حتی الامکان تشریح و تاویل کرنے کے باوجود اللہ کی مراد پر "تفویض" سے کام لیا۔ کئی مقامات پر آپ کی تحقیق و استدلال میں انفرادیت ہے۔ اس کی دو ایک مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک مثال جو ہم نے کتاب "فیوض صحبت" حصہ اول میں بیان کر دی تھی یہ ہے کہ "سورۃ الغاشیۃ" میں آیت نمبر (۱۷) یہ ہے۔ "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ○ عام طور پر اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ "کیا وہ نہیں دیکھتے ہیں اونٹ کی طرف کہ اس کی تخلیق کس طرح ہوئی؟"۔ اس کے بعد کی آیات میں کہا گیا ہے "اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑ کی طرف کہ کیسے نصب کئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح مسطح بنائی گئی ہے"۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مہتم بالشان مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ آسمان کا بلند کیا جانا، پہاڑوں کی مضبوطی اور ان کی تنصیب، اور زمین کا مسطح بنایا جانا، حالانکہ وہ "کرہ" ہے۔ قدرت کی کاریگری کی ان شاندار مثالوں کی صف میں اونٹ کی تخلیق کی مثال دینا اور اس پر غور و توجہ کی دعوت دینا کچھ بے جوڑ سی بات لگتی ہے، اونٹ کی تخلیق بھلا کس پہلو سے قدرت کی کاریگری کی شاندار مثال قرار دی جا سکتی ہے؟ حضرت قبلہ نے اپنی تحقیق اور عربی ادب پر عبور کی بناء پر بتلایا کہ "ابل" کے ایک معنی "بارش

کے بھی ہیں، اور یہاں وہی مراد ہیں۔اب دیکھئے! کتنے مناسب معنی ہو جاتے ہیں کہ "کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے ہیں کہ کس طرح بارش تخلیق ہوئی ہے ؟"۔سب جانتے ہیں کہ "بارش" کی تخلیق قدرت خدا کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔پانی بخارات بن کر زمین کے مختلف مقامات سے اٹھتا رہتا ہے۔یہ بخارات اوپر جا کر سردی سے پانی کے باریک باریک قطروں میں تبدیل ہو کر "بادل" تشکیل کرتے ہیں۔یہی بادل ہواؤں کے دوش پر سفر کرتے ہوئے اللہ کے حکم کے مطابق جہاں جانا ہے جا کر برستے ہیں۔"بارش" کی تخلیق کے یہ مراحل قدرت کی کاریگری کی کتنی شاندار مثال ہیں ؟ اور اب دیگر مثالوں کے ساتھ اس کا جوڑ "ربط" کتنا مناسب ہے ؟

اسی طرح "سورۃ الحاقۃ" کی آیت نمبر (۴۰) ہے کہ۔انہ لقول رسول کریم ○ "یقیناً وہ (یعنی قرآن) رسول کریمؐ کا قول ہے (یعنی کلام الٰہی آپ کی زبان سے ادا ہوا ہے) اس کے بعد کی آیتوں میں ہے کہ "یہ کسی شاعر کا قول ہے نہ کسی کاہن کا، بلکہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے"۔قرآن میں دوسری جگہ "سورۃ التکویر" میں نمبر (۱۹) پر یہی آیت آتی ہے تو یہاں مفسرین نے اس کا ترجمہ کچھ اور ہی کیا ہے کہ "یقیناً وہ (یعنی قرآن) بزرگ فرشتے (جبرئیل) کا قول ہے (یعنی کلام الٰہی جبرئیل کی زبان سے ادا ہوا ہے) یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ "رسول کریم" میں "رسول" کے خواہ لغوی معنی یعنی "بھیجا ہوا" کے لیں اور اس سے بلاوجہ جبرئیل مراد لیں۔اب اس کے نتیجے میں آگے آنے والی دو آیتوں کو بھی فرشتے جبرئیل ہی پر چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی کہ "ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ○ "قوت والا فرشتہ (جبرئیل) جو عرش والے یعنی اللہ کے پاس صاحب مقام و درجہ ہے"۔مطاع ثم امین ○ "وہ فرشتہ واجب الاطاعت ہے (یعنی دوسرے فرشتے اس کے زیر حکم ہیں، وہ اللہ کے پاس امانت دار ہے"۔اس کے بعد کی آیتوں میں مجبوراً ضمیر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جایا گیا کہ وما صاحبکم بمجنون ○ "تمہارے

صاحب (یعنی ساتھی) کوئی دیوانے نہیں"۔اس کے بعد کی آیت میں پھر ضمیر کو فرشتے کی طرف لے جایا جاکر معنی کئے گئے۔ولقد راہ بالافق المبین ○ اور رسول اللہؐ نے اس فرشتے (جبرئیل) کو روشن افق پر دیکھا"۔یہاں ایک حدیث سے استدلال کیا کہ حضورؐ نے جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں زمین و آسمان کے درمیان یہاں سے وہاں تک چھائی ہوئی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔حالانکہ اس واقعہ کو یہاں تفسیر میں چسپاں کرنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے۔پھر آگے کی آیت میں مجبوراً ضمیر حضورؐ کی طرف لے جائی گئی۔وماھو علی الغیب بضنین ○ اور وہ غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخیل نہیں۔وماھو بقول شیطن الرحیم ○ "اور وہ (یعنی قرآن) دھتکارے ہوئے شیطان کا کلام نہیں ہے"۔حضرت قبلہ نے ترجمہ کی اس شترگربگی کے بجائے راست اور مدلل ترجمہ فرمایا کہ انہ لقول رسول کریم ○ "بے شک وہ رسول کریمؐ کا کلام ہے"۔"مطاع ثم امین ○ "وہ واجب الاطاعت ہیں (ظاہر ہے کہ امت پر ان کی اطاعت واجب ہے) وہاں یعنی خدا کے پاس امانت دار ہیں"۔ وماصاحبکم بمجنون ○ "اور تمہارے ساتھی (یعنی رسول اللہؐ) دیوانے نہیں ولقد راہ بالافق المبین ○ "اور انہوں نے اسے (یعنی صاحب عرش بریں کو) واضح افق پر دیکھا ہے (یعنی الوہیت و عبودیت کے ملنے کی واضح جگہ پر) وماھو علی الغیب بضنین ○ "اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں"۔وماھو بقول شیطن رجیم ○ "اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے"۔اس ترجمہ میں کسی قسم کی پیچیدگی ہے نہ بے جا تاویلات ہیں۔خواہ مخواہ "ذی قوۃ" سے "قوت والا فرشتہ" مراد لیا گیا۔حالانکہ حضورؐ صاحب قوت و استقامت ہیں جو قرآن اور اللہ کی وحی کا بار گراں برداشت کر سکے۔چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ○ "اگر ہم نازل کرتے یہ قرآن کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے کانپ جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا"۔

اس سے حضورؐ کو دی گئی قوت و استقامت کا اندازہ ہوتا ہے اور "ذی قوۃ کا مکمل مصداق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ عند ذی العرش مکین ○ "عرش والے کے پاس مرتبہ والا"۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صاحب عرش یعنی اللہ کے پاس جبرئیل سے بڑھ کر مرتبہ والے ہیں۔ اس لئے یہ صفت آپ ہی کے لئے بہتر صادق آتی ہے۔ "مطاع" یعنی واجب الاطاعت بھی ہیں اور حضورؐ "امین" امانت دار بھی مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح "ولقد راہ" "اور یقیناً دیکھا ہے رسول اللہؐ نے اس کو میں "اس کو" سے مراد "جبرئیل" لئے جائیں تو افق مبین پر فرشتے کا دیدار اللہ کے رسول کے لئے کوئی بڑا کارنامہ ہے نہ معراج۔ جب کہ وہی فرشتہ کئی بار حاضر خدمت ہوتا رہتا ہے۔ بہرحال حضرت قبلہ نے قرآن کے ترجمہ کو بے جا تاویلات غیر صحیح روایات اور شان نزول کے حصاروں سے آزاد فرمایا۔ اس طرح تفسیر میں کئی مقامات پر آپ کی تحقیق و انفرادیت ظاہر ہوتی ہے یہاں ان تمام مقامات کی تفصیل بتانا ممکن نہیں۔ انشاء اللہ ہم کسی علحدہ مضمون میں اس کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایک اور اہم کارنامہ جو حضرت نے قرآن کے سلسلے میں انجام دیا ہے وہ "ناسخ منسوخ" کا مسئلہ ہے۔ ایک زمانے تک قدماء نے قرآن میں احکام کی آدھی آیتوں کو منسوخ مانا۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی تشریح و استدلال اسے گھٹا کر چالیس (۴۰) آیتوں پر لا ٹھہرایا۔ پھر علامہ جلال لدین سیوطی نے اس کو اکیس (۲۱) تک گھٹایا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اور بہت سی آیتوں کو منسوخیت سے نکال لیا۔ پھر بھی پانچ آیتیں منسوخ باقی رہ گئیں۔ حضرت بحرالعلوم نے ایک تحقیقی مقالہ "مسئلہ عدم نسخ قرآن" لکھا اور ثابت کر دیا کہ قرآن کی کوئی آیت حتیٰ کہ ایک لفظ بھی منسوخ نہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بہ حیثیت صدر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی میں "اعجاز القرآن" کے عنوان سے ایک خطبہ (توسیعی لکچر) دیا جس کے ذریعہ قرآن کے اعجاز کو

ثابت کر دیا اور بتلایا کہ کس کس طرح قرآن معجزہ ہے۔

الحاصل آپ نے قرآن کی عظمت، اہمیت، بلاغت، ہدایت واضح کرنے کی جو بے بہا خدمات انجام دی ہیں، ان کی روشنی میں یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ فن قرأت ہو کہ زبان و بیان کا علم، ترجمہ ہو کہ تحقیق کا بیان، احکام توضیح ہو کہ معارف کی تشریح، تمام جہات میں آپ "امام" ہیں۔

علم الحدیث میں بھی آپ کا خاص مقام ہے۔ صحاح ستہ کی باقاعدہ روایت آپ کے پاس ہے جس کی تعلیم آپ نے اپنے شاگردوں کو دی۔ آپ احادیث کے تمام قابل قدر مجموعوں میں درک، اسما و رجال اور اصول حدیث میں ملکہ رکھنے کے علاوہ روایت کے محقق اور درایت کے رہنما ہیں۔

"الدین" کے نام سے آپ نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب فرمایا جو مکمل عربی میں ہے۔ اس کو کتاب العلم، کتاب الاسلام، کتاب الایمان اور کتاب الاحسان۔ چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر حصہ میں مسائل کے لحاظ سے ابواب کی تقسیم ہے اور ان کے ذیل میں فصول ہیں۔ ہر فصل میں احادیث سے قبل متعلقہ مضمون اور احکام کی آیات قرآنی دی گئی ہیں۔ عقاید ہوں کہ اعمال، مسائل ہوں کہ احکام، سارا دین اس کتاب میں سمو دیا گیا ہے۔ جامعہ ازہر کے اساتذہ نے اس پر تبصرہ کیا تھا کہ لکھنے والے نے اس میں صرف آیات اور احادیث جمع کر دی ہیں اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ہے۔ لیکن کیا نہیں کہا؟ سب کچھ کہہ دیا ہے"۔

آپ نے احادیث کی اہمیت بتائی اور حدیث سے انکار پر کفر کا فتویٰ دیا۔ کوئی موضوع یا مشتبہ حدیث ہو تو اس کی روایت سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ لیکن "حدیث کا انکار" کرنا یا کہنا بھی غلط قرار دیا۔ خود حضرت نے درایت کی کسوٹی پر بہت سی روایتوں کو پرکھا اور غلط قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ "میں مال و اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ کو چاہتا ہوں لیکن

جان سے بڑھ کر نہیں "۔ اس پر حضورؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا، اس کے بعد دریافت کیا تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ "ہاں اب اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اس روایت کو حضرت قبلہ نے درایت کے خلاف قرار دے کر رد فرمایا۔ کیوں کہ بیان کئے گئے واقعہ سے بہت پہلے جب حضرت عمر اسلام لائے تھے تو اسی وقت حضور کے لئے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی تھی اور حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ "چلئے کعبۃ اللہ میں چل کر نماز پڑھیں گے "۔ اور خود تلوار سونت کر آگے آگے چلے۔ اس وقت تو حضورؐ کے لئے اپنی جان دینے تیار تھے اور بہت بعد کے زمانے میں یہ کہنا کہ "اپنی جان سے زیادہ نہیں چاہتا"۔ یہ بات درایت کے خلاف ہے۔

اسی طرح سرکارؐ پر جادو کی روایت کو بھی رد کرتے ہوئے فرمایا کہ "قوی روحانیت والے پر کمزور روحانیت والا خاک اثر نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھلا کوئی کیا اثر کر سکتا ہے؟ سرکارؐ تو سرکارؐ ہیں، میرے اوپر بھی کوئی اثر کرنے کی کوشش کرے تو نہیں ہو سکتا۔ سحر تو کدھر؟ آسیب زدہ آنکھ ملا کر نہیں دیکھ سکتا جو یہ کہتے ہیں کہ سرکارؐ دوعالم پر سحر کا اثر ہوا تھا، سب جھوٹ، سب موضوع۔ میرے اوپر چلاؤ نا سحر! ان کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں ہیچ پوچ۔ مگر ہیچ پوچ کی بھی یہ حالت ہے کہ شیطان صورت نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھا تو اس کے اندر گھس جاتا ہوں۔ جھوٹ ہے وہ روایت۔ ادھر ادھر کی روایت لا کر تفسیر میں ڈال دیئے۔ اس طرح ایک اور روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے کسی کو مار ڈالا۔ اب اس سے قصاص لیا جانا تھا۔ اس نے مہلت مانگی اور حضرت عمرؓ نے ضمانت لے کر چھوڑ دیا۔ وہ آدمی چلا گیا مگر وعدہ کے وقت واپس نہیں آیا۔ ابوذر غفاریؓ ضامن ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو مارنے بیٹھے تھے کہ وہ آدمی آگیا۔ شبلی صاحب نے بھی "الفاروق" میں یہ روایت لی ہے۔ اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت عمر کے انصاف کی تعریف کی جاتی ہے اس روایت کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے اور رافضی کی روایت

ہے ۔ بہ ظاہر تعریف نکلتی ہے لیکن درپردہ اس سے ان پر الزام آتا ہے ۔ اس لئے کہ شرع میں ہے کہ حدود و قصاص میں ضمانت نہیں ۔ بھلا حضرت عمر کس طرح شرع کے خلاف کر سکتے ہیں اور صحابہؓ کیسے خلاف شرع حکم کو مان لیتے ؟ اس طرح حدیث کی تعلیم ، روایت ، تشریح ، استدلال اور تحقیق یہ ثابت کرتے ہیں آپ علم الحدیث میں بھی "امام" ہیں ۔

مسائل فقہ میں حضرت قبلہ کا مسلک امام اعظم کا ہے ۔ اس کی خوبی اور منطقیت کو آپ نے موقع بہ موقع نمایاں اور ثابت کیا ہے ۔ خود حدیث کی کتاب "الدین" آپ نے حنفی مسلک کی بنیاد پر مرتب فرمائی ہے ۔ فقہ میں آپ نے زمانے کے نئے نئے تقاضوں کے لحاظ سے احکام کی توضیح اور رہنمائی فرمائی اور مسائل میں قران و حدیث اور حنفی مسلک کی روشنی میں مجتہدانہ فتوے بھی دیئے ۔ طلاق رجعی اور بائن کے تعین کے سلسلے میں آپ نے نو عمری میں جو فتویٰ دیا تھا اس کی تائید نہ صرف ہندوستان کے بڑے علماء نے بلکہ جامعہ ازہر اور حرمین کے فقہا نے بھی کی ۔ سود کی حرمت کو قطعی قرار دیا اور فرمایا کہ دار الاسلام ہو کہ دار الحرب "سود" ہر جگہ حرام رہے گا ۔ موجودہ زمانے کے بینکنگ کے تقاضوں کے بارے میں فرمایا کہ "ایسے طریقے سے بینک قائم ہوں کہ ان میں "مضاربت" ثابت ہو ۔ یعنی نفع و نقصان دونوں میں شرکت ہو اور بینک کو منافع اس کی خدمات کے معیار پر ملے نہ کہ مدت کی بنیاد پر ؟ زکوۃ کے بارے میں فتویٰ دیا کہ اگر سادات بھی مسکین ہوں تو ان کو زکوۃ یا صدقہ دے سکتے ہیں ۔ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں "آمین" کہنے کا مسئلہ اکثر مابہ النزاع رہا ہے ۔ اس کے بارے آپ کا مسلک یہ ہے کہ بغیر آواز کے اس طرح "آمین" کہیں کہ بس بازو والا سن سکے ۔ چار رکعت کی فرض نماز میں مسبوق (یعنی بعد میں آکر جماعت میں ملنے والے) کو چوتھی رکعت ملے تو باقی رکعتوں کی تکمیل کرتے وقت دوسری رکعت میں "ضم سورہ" نہ کرے (یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ

نہ پڑھے) بلکہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں "ضم سورہ" کرنے کو صحیح قرار دیا۔ لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کے خلاف ایک زمانے میں ملک بھر میں فتوے دیئے جاتے رہے لیکن آپ نے ثابت فرمایا کہ یہ درست ہے، اور بتایا کہ مسجدوں کے محراب دراصل زمانہ قدیم کے آلہ مکبر الصوت ہیں۔ دنیا کے جن حصوں میں چھ چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ وہاں نماز اور روزہ کے لئے آپ نے فرمایا کہ دن کی اوسط مقدار بارہ گھنٹے کا حساب رکھ کر اس کے لحاظ سے نمازیں اور روزے ادا کئے جائیں۔ یہ اور ایسے بے حساب مسائل میں آپ کی تحقیق، استدلال اور مجتہدانہ فتووں کی روشنی میں ہم آپ کو فقہ میں بھی "امام" ماننے پر مجبور ہیں۔

زبان و ادب (عربی اور اردو) میں آپ کو خاص عبور ہے عربی اور اردو دونوں زبانوں میں آپ نے ماہرانہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ نثر لکھی اور اشعار بھی کہے۔ آپ کی اردو کی نثر اور شاعری سے تو سب ہی واقف ہیں۔ اس لئے عربی زبان و ادب پر عبور کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ قرآن میں ہے **نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم** ○ "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی میں جیسے چاہو جاؤ"۔ "**انی شئتم**" کے دو معنی ہیں۔ "کیف" "تم جس طرح چاہو اور "**من ای مقام شئتم**" "تم جس طرف سے چاہو۔ بعض جاہلوں نے دوسرے معنی سے یہودہ استدلال کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ اس لئے غلط ہے کہ "**انی**" کے بعد "فعل" آئے تو معنی صرف "کیف" کے ہوتے ہیں۔ اور یہاں "**انی**" کے بعد "**شئتم**" کا فعل آگیا ہے۔ اسی طرح "**سورۃ الکافرون**" میں دو آیتیں ہیں۔ "**لا اعبد ما تعبدون**"۔ "**ولا انا عابد ما عبدتم**"۔ عام طور پر دونوں کا ترجمہ ایک طرح کا کیا جاتا ہے کہ "میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو" اور "میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو" لیکن حضرت نے بتایا کہ "ما" کے دونوں جگہ "موصولی" معنی لینا درست نہیں بلکہ دوسری جگہ "مصدری"

معنی لیں تو یہ معنی ہوں گے "میرا طریقہ عبادت الگ ہے تمہارا طریقہ عبادت الگ"۔ فرمایا کہ کہی ہوئی بات ہی کو دوبارہ کہنا قرآن کی شان بلاغت کے مغائیر ہے۔ سورہ "لھب" میں "حمالۃ الحطب" کے لفظی معنی لکڑیاں اٹھانے والی، کے بجائے آپ نے "شر انگیز، جلتی آگ کو اور بھڑکانے والی" کے معنی لئے اور استدلال کیا قدیم عرب شاعری سے جس میں ایک ساس اپنی بہو کو بیٹے کو بھڑکانے اور لگائی بجائی کرنے والی کہتی ہے اور اس کے لئے "حمالۃ الحطب" کی ہی ترکیب استعمال کی ہے۔

اردو زبان وادب کے سلسلے میں صرف ایک بات کا ذکر یہاں مناسب ہوگا کہ ایک بار اردو میں "مرشد" "ش" کے زبر سے کہنے پر اعتراض ہوا کہ اس کے معنی "مرید" کے ہوتے ہیں۔ صحیح تلفظ "ش" کے زیر سے ہے تو فرمایا کہ اردو میں "ش" کے زبر سے ہی صحیح ہے کیونکہ "مرید" کا لفظ الگ سے اردو میں موجود ہے۔

منطقی استدلال تو ہمیشہ آپ کی خصوصیت رہی ہے اور منطق کا میدان آپ کی ترکتازیوں کی جولان گاہ۔ منطق میں ایک پر مغز کتاب آپ نے "معیار الکلام" کے نام سے لکھی ہے جو علم کا ایک سمندر ہے۔ جس میں کئی علوم کا دخل ہے۔ اس کو دیکھنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اس کا معیار کتنا اونچا ہے! اس طرح آپ ادب و منطق دونوں میں بے شک "امام" قرار پاتے ہیں۔

تصوف تو آپ کا خاص میدان ہے۔ آپ کے کئی مضامین اور تصنیفات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جائزہ تو ممکن نہیں۔ بس اتنا بتادینا ہی کافی ہے کہ شیخ ابن عربی کی معرکتہ الاراء کتاب فصوص الحکم کا ترجمہ اور شرح اس شان سے فرمائی ہے کہ نہ صرف شیخ پر وارد ہونے والے بیسیوں الزامات کو دور فرمادیا۔ بلکہ بعض مقامات پر شیخ کی لغزشوں کو بھی سنبھال لیا اور کہیں اس کی تردید بھی کر دی۔ اس کے علاوہ جامیؒ اور دیگر بڑے بڑے لوگوں کی کتابوں کا اس طرح درس دیا کہ غلو اور گمراہیوں کا خدشہ نہ رہا۔ خود آپ نے "حکمت اسلامیہ" کے نام سے ایک ایسی شاندار

کتاب تصنیف فرمائی کہ "تصوف" جو صدیوں سے مابہ النزاع اور چیستاں بن گیا تھا اسے واضح درسی مضمون بنادیا۔ یہ ادق مضمون ہر مسلمان کے لئے قابل فہم، قابل قبول اور فائدہ مند ہو گیا۔ تصوف کے نظریات کی تعلیم دی اور اس پر عمل کرنے اور مقاصد حاصل کرنے کے طریقے سکھائے جس کے لئے مزید چھوٹے چھوٹے رسالے جیسے مکاتب عرفاں اور نظام العمل فقرا، وغیرہ لکھے۔ اس طرح آپ تصوف کے مسلہ "امام" ہیں۔

عالم روحانی اور میدان معرفت کے تو آپ شہسوار نہیں، شہنشاہ ہیں۔ سرتاج معارف و علوم لدنیہ اور شاہباز لاہوت ہیں۔ خوارق و کرامات بھی آپ سے بے حساب ظہور میں آتے رہے۔ فیوضات و برکات کا تموج بھی آپ سے ہمیشہ ہوتا رہا۔ باطنی مقامات اور روحانی درجات جیسے اولیا،، اقطاب، اوتاد، ابدال، امامین سے آگے تاج غوثیت آپ کے زیب سر تھا۔ پھر صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اغواث میں بھی آپ "صورت والے" ہیں۔ ہر غوث اپنے وقت کا عالم میں واحد "خلیفتہ اللہ" ہوتا ہے۔ اس کو لازم رہتا ہے کہ وہ باطن میں حضورؐ کی صورت لئے ہوئے رہے، کیوں کہ یہی صورت حکمران اور تخت اقتدار پر براجمان رہتی ہے۔ تاہم بعض خاص غوث ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی محبت سے حضورؐ خود ان کی صورت اٹھالیتے ہیں۔ یہ "صورت والا غوث" ہوتا ہے۔

حضرت کی باطنی کیفیات اور روحانی واردات کی خاص وضاحت حصہ اول میں ہو چکی ہے۔ آپ کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔ عالم روحانی کی شہنشاہی کے علاوہ آپ کی جسمانی صلاحیتوں اور قوتوں کا بھی جواب نہیں۔ پہلی کتاب میں ہم آپ کی کشتی، پہلوانی میں استادی اور تلوار، لٹ، بنوٹ میں اعلیٰ مہارت کا ذکر کر چکے ہیں ان تمام تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔ روحانی اور جسمانی صلاحیتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپ ان دونوں پہلوؤں سے بھی "امام" قرار پاتے ہیں۔

آخر میں ہم بتادیں کہ حضرت ممدوح کی ساری صلاحیتیں اور تمام خوبیاں اسلام کے لئے ہی ہیں۔فرماتے ہیں کہ "سارے علوم پڑھ لیا تمام اعمال کر لیا۔" اب میں کیا ہوں "بولے تو "مسلمان"۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانی کا کتنا اونچا معیار آپ کے پاس ہے۔اس لئے ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہیں آپ بے شک "امام اسلام" ہیں۔والحمدللہ

---------- (بقیہ سلسلہ صفحہ نمبر ۱۲۵ کا)

نے فرمایا" یہ تو بچہ بھی جانتا ہے"۔امام اعظم نے پوچھا۔" پھر آپ فرمائیے۔انہوں نے فرمایا" خیر کثیر" کو حاصل کرنا اور "شر کثیر" کو چھوڑنا۔شر قلیل کو حاصل کرنا اور خیر قلیل کو چھوڑنا۔

"ذات و وجود" ۔ ذات وہ ہے جو مرجع صفت ہو۔اور وجود وہ ہے جس کے اوپر آثار نمایاں ہوں، آثار نمایاں نہیں ہیں تو وجود بھی نہیں ہے۔میری نود (۹۰) برس کی عمر ہے۔ان کی (رحیم پاشاہ صاحب) ساٹھ (۶۰) برس کی۔میں تیس (۳۰) برس کا تھا اس وقت انہوں کہاں تھے ؟ نہیں تھے۔میرا وجود تھا ان کا نہیں۔ان کی صفت کیا ہے ؟" بیٹا"۔میری کیا ہے ؟" باپ"۔تو گویا ان کی ذات الگ میری ذات الگ ------ عالم شہادت میں دیکھے تو کیا ؟" دو ذات دو وجود" ------- تمام چیزیں وجود میں آنے سے پہلے اللہ کے علم میں تھیں مگر خارجی وجود نہ تھا۔اس وقت حقایق ممکنات تھے۔حقایق ممکنات کیا ہیں ؟ معلومات الہیٰ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تو ہو، اس کا علم نہ ہو، معلوم نہ ہو۔اس سے معلوم ہوا قبل خلق، وجود صرف اللہ کا تھا اور حقایق علم الہیٰ میں تھے اس واسطے "دو ذات ایک وجود" ہوا

احدیت مطلقہ میں غور کر کے دیکھو تو وہاں "ذات" بھی دو نہ تھے۔وہاں "ایک ذات جو وجود"۔

۲۶/ دسمبر ۱۹۵۷ء روز پنجشنبہ ۴/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"احسان" ۔ احسان کے متعلق حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا تو سرکارؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا کم از کم اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

"برق پارے (Electrons)" ۔ فلسفی برق پاروں کو، نور کو، بے علم، بے قدرت سمجھتے ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ برق پاروں میں، نور میں "وہی" ہے اور وہ قدرت و علم والا ہے۔

۲۷/ دسمبر ۱۹۵۷ء روز جمعہ ۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"بالذات حلال و حرام" ۔ ایک شئے بالذات حرام ہے ۔ ایسی چیز منسوخ ہو کر حلال نہیں ہو سکتی یا لمان بھی منسوخ ہو کر حرام نہیں ہوتا ۔ کسی کا لمان منسوخ نہیں کیا جاتا ۔ یعنی لمان کا حکم کبھی جانے والا نہیں ۔

۲۸/ دسمبر ۱۹۵۷ء روز شنبہ ۶/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"خیر و شر" ۔ بعض کہتے ہیں کہ جو چیز نظامِ عالم کے موافق ہو وہ "خیر" ہے اور جو مخالف ہے وہ "شر" ہے (نظامِ عالم کے یعنی علم الہیٰ کے) عمر خیام کا قول ہے کہ "خدا خیر محض ہے ۔ جو اس سے جتنی دور جائے گا اتنا ہی شر پیدا ہو گا" ۔ جامی کہتے ہیں کہ "وجود" خیر محض ہے ۔ جہاں جتنا وجود کم اور عدمیت زیادہ ہو گی، اتنی "شریت" بھی بڑھے گی ------ ایک اور مکتب خیال یہ ہے کہ وحدت "خیر" ہے اور کثرت "شر" ------ ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ یہ سب بحثیں بے کار ہیں ۔ اللہ جسے خیر کہے وہ خیر ہے، جسے شر کہے وہ شر ہے۔

"وجہہ حسن" ۔ جتنی وحدت پیدا ہو گی اتنا ہی حسن پیدا ہوتا ہے ۔ اعضاء میں وحدت (یعنی تناسب) پیدا ہو تو خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے ۔ آواز میں وحدت (یعنی ہم آہنگی) پیدا ہو تو موزوں سر اور راگ نکلتے ہیں ۔ کوئی آواز کسی سے بڑھ گئی تو گویا اس نے، بجائے خود کو وحدت میں گم کر دینے کے اپنا اظہار کیا، خود پر زور دیا ۔ تو

وحدت کہاں رہی ؟ کثرت پیدا ہو گئی اور کثرت پیدا ہوتے ہی آواز کا حسن ختم ہو گیا۔

"حق اور اعتبار" ۔ خدا واقعی ہے اور ہم واقعہ کے مطابق ہیں۔

بے شک میں ایک خیال ہوں، مگر سوفسطائی کا نہیں، بلکہ ایک بڑے کا خیال جو ہٹائے نہیں ہٹ سکتا۔

نہ ٹلائے سے ٹلے گی ہے بلائے آسمانی
مرا اعتبار حسرت مرا اعتبار ہوتا
(حسرت صدیقی)

کوئی اعتبار نہیں جا سکتا۔ ہر اعتبار حق ہے۔ میں اعتبار ہوں اس لئے میں بھی حق ہوں اعتبار ہوں مگر اعتبارِ حق۔

"شر کیا ہے ؟" ۔ "شر" تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔ تم صحیح نہیں سمجھے تو "شر" ہے۔ علم الٰہی میں "شر" کہاں ؟ اس کے سوا دوسرا ہے بھی نہیں۔ اس لئے شر کا بھی وجود نہیں، کیوں کہ وہ تو خیر محض ہے۔

یہ سب کہاں کے جھگڑے ! بس جو اس نے کہا وہ خیر۔ "وضو" کیجئے تو پانی ضایع ہوتا ہے۔ کیا یہ شر ہے ؟ نہیں، وہ ہزار بار ضایع ہو ہماری بلا سے۔ چونکہ اس کا حکم ہے اس لئے یہ خیر ہے۔ یہ مذہب ہے۔ مذہب کیا بات "خدا کو سمجھنے کا نام ہے۔ تم غلط سمجھے۔ تو پھر شر تم سے، تمہارے پاس پیدا ہوا۔

"اجماع" ۔ **لاتجتمع امتی علی الضلالۃ** (حدیث) میری تمام امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ یعنی سب کی سب گمراہ نہ ہو جائے گی۔ کچھ نہ کچھ سیدھے راستے پر رہیں گے۔ اس لئے "اجماع" اچھی چیز ہے۔

یکم جنوری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۰/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"طلب نفع و دفع ضرر" ۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کو اللہ علم دیتا ہے۔ کاہے کا ؟ طلب نفع اور دفع ضرر کا۔ بھوک لگتی ہے تو بھوک کو دفع کرنے کے لئے روتا

ہے۔ماں کے سینے سے لپٹتا ہے تو جلب منفعت کے لئے۔یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ حسن وقبح، بھلائی اور برائی، خیر وشر کی تمیز فطری ہے۔ کچھ شعور آتا ہے تو ذائقہ دار چیز کھانے اور خوش نما چیز کھیلنے کے لئے طلب کرتا ہے۔اگر اس کے مقابل ایک اور بچہ ہو اور کوئی خوش نما چیز ایک بچہ اٹھالے تو دوسرا اسے اپنے لئے چھین لینا چاہتا ہے۔ لیکن پہلا اس دفع ضرر کے لئے کوشش کرتا ہے۔دوسرے کو جب طلب نفع میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ کچھ نہ کچھ پہلے کے نقصان کے لئے کرتا ہے۔اور کچھ نہیں تو کم از کم منہ چڑا دیتا ہے یا گالی دیتا ہے۔اسی مقام پر ضرورت پیدا ہوتی ہے اس بات کی کہ دونوں کے طلب نفع و دفع ضرر میں مناسب اعتدال قائم کیا جائے۔اس اعتدال کو قایم کرنے کا نام ہی عدالت وانصاف ہے۔اسی اعتدال کو قایم کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ "خیر" کا حکم دیتا ہے اور "شر" سے منع کرتا ہے۔ خیر وشر کا حکم و امتناع اللہ تعالیٰ اپنے فائدہ کے لئے نہیں دیتا۔اگر اپنے فائدہ کے لئے دیتا تو یہ "استفادہ" تھا اور استفادہ میں غرض ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ جو بھی حکم دیتا ہے وہ بقائے عالم اور نظام عالم کے فائدہ کے لئے ہے۔یہ "افادہ" ہے، اور افادہ میں مصلحت ہوتی ہے۔

۳/جنوری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۲/جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"معتزلہ، اشاعرہ اور صوفیاء" ۔"معتزلہ" ایسا کہتے ہیں کہ "اللہ جو حکم دیتا ہے وہ اچھا ہے، ہماری عقل بتاتی ہے کہ یہ اچھی چیز ہے"۔اور "اشاعرہ" کہتے ہیں کہ "ہماری عقل سمجھے نہ سمجھے مگر چونکہ اللہ فرماتا ہے اس لئے وہی اچھی ہے"۔تیسرا گروہ کہتا ہے کہ "جسے اللہ اچھا کہتا ہے وہ نفس الامری میں اچھا ہے۔مگر اس کی اچھائی کا معیار "عقل" نہیں بلکہ "شرع" ہے"۔یہ صوفیا ہیں۔

معتزلہ جو عقل سلیم کے خلاف ہو اسے نہیں مانتے، خواہ وہ (یعنی نہ ماننا) "خبر احاد" کے خلاف کیوں نہ ہو رہا ہو۔ہاں اس کی تاویل کر لیتے ہیں۔

معتزلہ "حسن وقبح" عقلی، اشاعرہ "حسن وقبح" کو شرعی اور صوفیا۔ نفس الامری

کہتے ہیں۔

"**عامی**" ۔ ایک شخص کو اسلام کی تعلیم نہیں پہنچی تو اسے عامی کہا جاتا ہے اور امام لوگ کہتے ہیں کہ اس پر عذاب نہیں۔ لیکن امام اعظم کہتے ہیں کہ یہ حکم تفصیلی اعمال کے لئے ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کا وجود تو بدیہی ہے۔ اسے ماننا ہر ایک پر واجب ہے۔ کیوں کہ یہ فہم کی بات ہے اور یہ ناقابل معافی ہے۔

"**وجود و عدم**" ۔ جس شئے یا کام سے نظام عالم میں جتنی خرابی آتی ہے، اس میں اتنا ہی عدم کا پہلو زیادہ ہے اور جس سے نظام عالم میں بقا کی جتنی مدد ملے گی اس میں وجود کا پہلو اتنا ہی زیادہ رہتا ہے۔

عالم باقی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجود کا پہلو قوی ہے۔

۸/ جنوری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۷/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"**فارابی**" ۔ اسلام میں دو بڑے فلسفی گزرے ہیں۔ (ان میں سے) ایک فارابی، جس نے یونانی کتابوں کو دیکھ کر وہ جو بگڑ گئے تھے ان کو درست کیا۔ اس لئے اسے معلم ثانی کہتے ہیں اور ارسطو کو معلم اول۔ فارابی فقیر تھا۔

۹/ جنوری ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۸/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"**بیع مملوک**" ۔ "بیع مملوک" ہو سکتی ہے (یعنی جو چیز ملکیت یعنی ملک ہو اسی کی خرید و فرخت ہو سکتی ہے) اور شراب و سور ملک نہیں بن سکتی۔

سرکارؐ سے بعض نے پوچھا "یہ شراب دوا ہے؟" تو آپ نے فرمایا "دوا نہیں "داء" ہے (داء یعنی بیماری)

۱۰/ جنوری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"**اجتہاد و خطا، واجب و سنت و نفل**" ۔ ایک ہی بات اگر جاہل کہے تو "خطا" ہے لیکن اگر مجتہد کہے تو وہ چونکہ اپنی پوری کوشش کے بعد یہ سمجھتا ہے اس لئے "خطا" نہیں۔

تارک واجب "کافر" نہیں، گنہگار ہوگا۔

"خبر واحد" علم ظنی ہے۔ اس لئے "نص" کے برابر نہیں جو یقینی ہے۔

"تارک سنت" کو گنہگار نہیں کہا جائے گا۔ کیوں کہ "امر متواتر" کا تارک گنہگار ہے۔ ہاں تارک سنت کو لایق ملامت کہہ سکتے ہیں۔ وہ بھی "سنت ہدیٰ" کے لئے نہ کہ "سنت زاید" کے لئے، جو عادتاً سرکارؐ نے کیا ہو۔ (عبادت کے طور پر نہیں) کھانا پینا وغیرہ۔ (سنت ہدیٰ۔ دین کا وہ طریقہ ہے جس پر حضورؐ اور صحابہؓ چلتے تھے، جیسے جماعت، اذان وغیرہ۔)

نفل کا تارک نہ لایق عذاب نہ ملامت۔ نفل کے شروع کرنے سے پہلے اختیار رہتا ہے (کہ کرے یا نہ کرے) شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے

"تقیہ" ۔ "تقیہ" رخصت پر عمل کرنا ہے اور رخصت پر عمل کرنے سے گنہگار تو نہ ہوگا مگر مرتبہ فوت ہو جائے گا۔ لیکن یہ "تقیہ" عوام کے لئے ہے، نہ کہ لیڈروں کے لئے۔ لیڈر اگر "تقیہ" کرے تو امن مرتفع ہو جائے گا (یعنی اٹھ جائے گا) اور مذہب باقی نہ رہے گا۔ لیڈر، پیشوا، امام، نائب رسول یہ سب حق پر اڑے رہتے تھے۔ امام حسینؓ نے حق پر اڑ کر جان دے دی۔ زکریا آرے سے چر گئے مگر "تقیہ" نہ کر سکے۔ اگر امام اور صحابہؓ تقیہ کرتے تھے تو پھر اب تک صحیح مذہب آیا کیسے؟

"رخصت و عزیمت" ۔ حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ رخصت میں مرتبہ فوت ہو جاتا ہے۔ ("رخصت" یعنی اجازت کا فائدہ اٹھانا اور "عزیمت" یعنی سہولت کی اجازت ہونے کے باوجود کام اعلیٰ معیار پر کرنا یا تکلیف کے باوجود رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا) لیکن نماز کو قصر کرنے کا "حکم" ہے، اس میں "عزیمت" نہیں ہے۔ اس میں مرتبہ فوت نہیں ہوگا۔ چونکہ قصر کرنا ہی عزیمت کا درجہ ہے اس لئے یہی مرتبہ ہے۔ ہاں اگر امام کی اقتداء میں پڑھ لے (یعنی پوری نماز)

تو جائز ہے۔

۱۵/ جنوری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۴/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"سادات کو زکوۃ" ۔ کام کی بات ---- قرآن شریف میں "للفقرآء والمسٰکین" کی آیت میں (یعنی آیت زکوۃ "انما الصدقت للفقرآء" الخ میں) "سید" کو نہیں دینا کب ہے؟ سرکار کا حکم اس لئے ہے کہ کہیں سادات اسے تبلیغ کا معاوضہ نہ سمجھیں۔ اگر سادات بھی مسکین ہو تو اس کو زکوۃ یا صدقہ دے سکتے ہیں۔ یہ میرا فتویٰ ہے۔ (مطلب یہ کہ "سادات" پر اسلام اور اس کی تعلیمات کی تبلیغ واجب ہے، اس لئے کہ وہ سب سے پہلے وارث تعلیمات نبویؐ ہیں کہیں صدقات کو یہ اپنے فریضہ کا معاوضہ اور حق نہ سمجھ لیں اور سادات کو دینا رواجاً لازمی نہ بن جائے۔ جیسے کہ برہمنی نظام نے بنالیا ہے اور مسلمانوں کے چند فرقوں نے نہ صرف اپنے اماموں یا مرشدوں کو دیتے رہنے کا رواج اپنالیا ہے بلکہ اسے بخشش اور نجات کے لئے لازمی سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے حضورؐ نے مسلمانوں میں استحصال اور ایسی برہمنیت کا راستہ بند فرمادینے کے لئے یہ حکم دیا تھا)

"قرآن و حدیث" ۔ جب حدیث و قرآن آپس میں ٹکرائیں تو "تعمیل" قرآن کی کریں گے اور حدیث کی "تاویل" کریں گے۔

۱۶/ جنوری ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

"نجس" ۔ حیوان سے جو متعفن چیز نکلی وہ نجس۔ خون نجس ہے لیکن مشک (میم کو کسرہ) نجس نہیں ہے۔ تھوک نجس نہیں، پیشاب پاخانہ نجس ہے۔

"تعریفات" غُسل، غَسل، مسح، رشح ---------- پورا جسم دھونے کا نام غسل ہے۔ کسی حصہ جسم پر پانی گرے اور وہ پانی بہے، یہ غسل ہے۔ پانی گرے مگر بہے نہیں، وہ رشح ہے۔ پانی صرف چھو جائے، مسح۔

۲۰/ جنوری ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۹/ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ○ (دعا برائے عوارض چشم و بصارت)

اللہ نور السموت والارض ○ (ایضاً)

اللھم صل علی محمد طب القلوب ودوانھا وعافیۃ الابدان وشفائھا ونور الابصار وضیائھا وعلی الہ واصحابہ وسلم (ایضاً)

"علم غیب" ۔ علم غیب جس کو نہ ہو وہ مسلمان نہیں ۔ کیوں کہ "یؤمنون بالغیب" ہے ۔ خدا اور قیامت و فرشتوں کا علم، یہ تمام غیب کا علم ہی ہے ۔ "علم غیب اضافی" البتہ ایک کو ہے تو دوسرے کو نہیں ۔

اللہ کو علم غیب ہی نہیں کیوں کہ اس کے لحاظ سے کوئی چیز غیب نہیں ۔

۲۲/ جنوری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ یکم رجب ۱۳۷۷ھ

"جزیہ" ۔ ابتدائے زمانہ میں مسلمان کم تھے تو ہر مسلمان فوجی تھا اور بعد میں مسلمان تعداد میں زیادہ ہو گئے تو مسلمانوں سے بھی فوجی اہتمام کے لئے ٹیکس لیا جانے لگا ۔

"کفر" ۔ حدیث "متواتر" یا قرآن کا انکار "کفر" ہے ۔ متواتر وہ بھی ہے جو معنیٰ میں متواتر ہوں، اگرچہ لفظ میں مختلف ہوں ۔ مثلاً مختلف احادیث سے ظہر کے چار ہی رکعت فرض ثابت ہیں ۔ تو اس سے انکار کرے تو "کفر" ہے ۔

۲۴/ جنوری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۳/ رجب ۱۳۷۷ھ

"دارالحرب" ۔ "دارالحرب" کے متعلق دو رائیں تھیں ۔ (۱) جہاں ضروریات دین سے روکا جائے ۔ (۲) جو دارالاسلام رہ کر اگر پھر اسلام کے ہاتھ سے نکل جائے تو دارالسلام ہے ۔

میری رائے میں اقتدار اعلیٰ اسلامی ہے اور دیگر امور مذہب میں خامیاں بھی ہوں تو وہ دارالسلام ہے ۔ اگر اقتدار اعلیٰ اسلامی نہ ہو اور چند معاہدات کے تحت

مسلمان امن میں ہوں بھی تو کیا ؟ان ہی کے رحم و کرم پر مسلمان ہیں ۔اس لئے یہ "دار الحرب" ہے۔

منصوص اوامر و نواہی کی پابندی ہر جگہ ہوگی خواہ وہ دار السلام ہو یا دار الحرب ۔ نماز ، روزہ پابندی سے ادا ہوگا ۔زنا، شراب اور سود سے ہر جگہ دور رہا جائے گا۔

۲۵/جنوری ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۴/رجب ۱۳۷۷ھ

"جبر و اکراہ" ۔"اکراہِ ملجی" یعنی قتل و قطع عضو کا خوف ہو تو امام اعظم کے پاس سوائے زنا کے ، دوسرے محرمات ، کفر کہنا ، شراب خواری ، قتل وغیرہ کئے جاسکتے ہیں ۔ لیکن "اکراہ غیر ملجی" یعنی قید اور مار کی دھمکی میں یہ محرمات نہیں کیے جاسکتے ۔("اکراہ" کے معنی جبر اور زبردستی کے ہیں اور "ملجی" کے معنی مجبور کئے ہوئے کے ہیں) ۔"اکراہ ملجی" میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور وہ مجبور ہے لیکن "اکراہ غیر ملجی" میں اختیار نہیں بلکہ رضامندی فوت ہو جاتی ہے ۔ یعنی وہ مجبور نہیں بلکہ ناخوش رہتا ہے۔

"میرے دوست مجھے شراب پینے مجبور کئے" کہا جائے تو یہ قابل غور ہے کہ یہ "جبر" بھی ہے یا نہیں ؟ کیوں کہ "جابر" صاحب قدرت ہو یا مجبور کو ظن ہو کہ جابر مجبور کر سکے گا۔

(حیدرآباد پر پولیس ایکشن ستمبر ۱۹۴۷ء کے وقت جن عورتوں نے اپنی آبرو بچانے کنوؤں میں کود کر جان دے دی ان کے متعلق فرمایا) میرے خیال میں وہ مغلوب الحواس تھیں اور اس طرح ان کی حرکت اضطراری ہے ۔ایک دوسرا خود کشی کرنے والا اس مرتبہ کو اس لئے نہیں پہنچتا کہ اس عورت نے شرع کے خلاف (یعنی زنا سے بچنے اپنی جان دی ہے۔

قتل ہونے کے خوف سے زنا اختیار کر لینے کی بھی "رخصت" ہے اور اس سے

بچنے خودکشی کر لینے کی بھی رخصت ہے۔

۲۷/ جنوری ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۶/ رجب ۱۳۷۷ھ

"اجماع" ۔ "اجماع" (لغوی معنیٰ میں) اس لئے ناممکن ہے کہ امت محمدیؐ کے تمام صاحب رائے اس مسئلہ پر جمع نہیں ہو سکتے۔ پھر صاحب رائے کا تعین بھی مشکل ہے۔ اور "اجماع" جو اصطلاح شرعی ہے، اس میں یقین ہے نہ کہ ظن ؟ اور یہ ضروریات دین میں سے ہے، اور ضروریات دین سے انکار کفر ہے۔ (مطلب یہ کہ ضروریات دین میں یقین رہتا ہے، ظن و گمان نہیں)۔ البتہ کل صاحب رائے جمع نہ ہوں (یعنی ضروریات دین سے کم تر مسئلہ پر) تو کسی مسئلہ کے جواز کا ظن پیدا ہو گیا اور اس پر ماننے والے عمل کر سکتے ہیں مگر دوسرے نہ کرنے والوں کو "کافر" نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے ایسے غلبہ آراء کو "اتفاق" کہیں گے اور اس "ظن" پر، عمل کرنے والے کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ دنیا میں عملیات کا دار و مدار ظنیات پر زیادہ ہے۔ (اس ظن ہی کی ایک مثال "سماع" کا جواز ہے)

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق صحابہ کا اجماع اس وقت ہوا جب کہ حضرت علیؓ نے آپ سے بیعت کر لی۔

"اذاں" وغیرہ میں اجماع ہوا ہے اور قطعی۔ (کیوں کہ یہ ضروریات دین سے ہے اس لئے یہ یقین ہے نہ کہ ظن ؟)

۳۰/ جنوری ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۹/ رجب ۱۳۷۷ھ

"کلیہ کا استنباط" ۔ استنباطِ علت کے وقت تصحیح مشاہدہ و اختیار و تجربہ کی ضرورت ہے۔ جزئیات پر ہمیشہ کلیات کو منطبق کر کے دیکھنا چاہیے کہ کہیں یہ کلی غلط تو نہیں ہوتی ؟

بارہ سو برس پہلے کے موجودات اور جزئیات کو دیکھ کر ایک کلیہ بنایا گیا تھا، تو کیا ضروری ہے کہ آج کی جزئیات پر بھی وہ کلیہ صادق آئے۔ دنیا تغیر پر ہے، ہو سکتا

ہے کہ اب حالات بدل گئے ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ اگلے زمانے میں بنے ہوئے چند کلیات میں ہی غلطاں و پیچاں ہوں۔ ممکن ہے کہ نئے کلیات مستنبط ہوں یا قدیم کلیات کی تصحیح ہو۔ اس لئے کام یہ ہے کہ ہمیشہ دیکھتے رہیں، ہمیشہ تحقیقی نظر رکھیں اور اپنی تحقیق کو بھی قطعی نہ سمجھیں۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ یہ بھی غیر مکمل ثابت ہو۔ لیکن جب تک آگے نہ معلوم ہو، موجودہ "معلوم" پر عمل ضروری اور احسن ہے۔ اسی طرح اسلام میں بھی تنگ نظری سے پرانے کلیات پر جو "نص" نہ ہوں اڑا رہنا جہل ہے۔ مثلاً، قدیم لوگوں نے یہ کلیہ قرار دیا تھا کہ دنیا میں ایک جگہ چاند نظر آئے تو سب جگہ ہو گیا۔ مگر آج یہ کلیہ غلط ثابت ہوا۔ دنیا گول ہونے کی وجہ سے ایک جگہ نظر آتا ہے تو ضروری نہیں کہ دوسری جگہ بھی نظر آجائے۔

جتنا میری آنکھوں نے دیکھا یا میں نے یقین سے جانا بس اس پر میرا یقین ہوگا، جب تک کہ اس کا خلاف مجھ پر ثابت نہ ہو۔ کیوں کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ○ ------ آدمی اپنے علم پر پکڑا جائے گا۔

۳۱/ جنوری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۰/ رجب ۱۳۷۷ھ

"سود" ۔ سرکارؒ نے "ربوٰ" کے متعلق فرمایا کہ "یداً بید" اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسی زیادتی جو زمانے کی وجہ سے عاید ہو وہ "ربوٰ" ہے۔

مجبوری قابلِ عفو ہوتی ہے۔ اس لئے مجبوری میں اگر کوئی سود سے قرض لے بھی تو اس کی معافی کی گنجائش ہے۔ لیکن اسراف کے لئے لینا بھی حرام ہے۔

"سود" سے بچ کر مضاربت ثابت کرنا (بینکنگ کے جواز کے سلسلے میں پوچھنے پر فرمایا۔ مطلب یہ کہ بلا سودی بینک ہوں اور "مضاربت" کا انداز ہو کہ رقم بینک میں رکھوانے والے نفع نقصان دونوں کے ذمہ دار ہوں اور منافعہ خدا ... کے معیار پر ہو نہ کہ مدت پر" وغیرہ۔)

یکم فبروری ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۱/ رجب ۱۳۷۷ھ

"اِسقاط" ۔ (اسقاط کا مسئلہ) ۔ اگر ایک آدمی روزہ نہ رکھے، بیماری کی وجہ سے تو ایک صاع یا آدھا صاع خیرات کرنا ۔ (یہ فقہ کا مسئلہ ہے جو فرمان خداوندی "وعلیٰ الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین" سے استنباط کیا گیا ہے) ۔ تو لوگوں نے کیا کیا کہ جن کی نماز گئی تھی وہ نماز کے لئے بھی ایک آدمی کا کھانا دینے لگے "لیکن کئی نمازیں گئیں تو ہر نماز کے لئے ایک صاع کہاں سے دیں گے؟" ۔ اب آگے ہوا یہ کہ مرحوم کی طرف سے مسجد کے امام کو لوگ قرآن شریف اور کچھ اناج، گھی وغیرہ دیتے اور کہتے کہ "فلاں کی اتنی نمازیں فوت ہو گئی تھیں، اس کے بدلے یہ قبول کرو" ۔ تو یہ بھی ایک قسم کا ایصال ثواب ہے ۔ ارے کچھ نہ ہونے سے ہونا تو بہتر ہے! (مطلب یہ کہ قضا نمازوں کا بدل صدقہ خیرات نہیں ہو سکتا بھی تو کسی کے ذمہ فرائض باقی رہ گئے ہیں تو اسے کسی بھی شکل میں ثواب پہنچانے سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہوگا، نقصان تو نہیں) قرآن شریف اس لئے کہ وہ لاقیمت ہے ۔ اس کو "اسقاط" کہتے ہیں ۔ یعنی جو ذمہ داری اور دینی قرض مرحوم پر تھا وہ ساقط اور ہلکا ہو جاتا ہے ۔

امام محمد صاحب سے پوچھا گیا کہ جو مرحوم نمازیں فوت کر گیا تھا تو اس کے عوض کیا، خیرات اور نمازیں ادا کرنا درست ہے؟ تو امام نے فرمایا کہ "ارجوا خیرا" مجھے خیر کی امید ہے ۔ ابو ہریرہؓ نے اپنے ایک ساتھی کو جو بیت المقدس کو جا رہے تھے فرمایا کہ "میری طرف سے دو رکعت نماز وہاں ادا کرو" ۔ اس لئے جو حج کو جاتے ہیں وہاں اپنے لوگوں کی طرف سے ۱۷ رکعتیں ادا کریں تو لاکھوں رکعتوں کا ثواب انہیں ملے گا ۔

۷/ فبروری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۷/ رجب ۱۳۷۷ھ

"وجدانیات" ۔ احساس برتری، احساس کم تری، کراہت، نفرت، محبت، یہ سب قویٰ باطنیہ کے محسوسات ہیں انہیں وجدانیات کہتے ہیں ۔

۱۲/ فبروری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۲/ رجب ۱۳۷۷ھ

"ناسخ منسوخ" ۔ میں "ناسخ منسوخ" کا قایل نہیں ۔ اس لئے میں پہلے حکم کو تمہیدی سمجھتا ہوں اور دراصل اس کا مقصد حکم آخر کو بعد میں نافذ کرنے ہی کا تھا، مثلاً شراب کے بارہ میں ۔ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ "شراب پیو"، ایسا تو حکم پہلا بھی نہ تھا ۔ منسوخ پہلا حکم ہوتا ہے ۔ یہاں پہلے حکم میں "پیو" کہاں تھا؟ جو کام خراب اور تباہی کے پہلے سے تھے ان کو آہستہ آہستہ پابندیوں میں لایا گیا ۔ اس کا مطلب یہ کہاں کہ شراب پہلے جائز تھی؟ اسلام آہستہ آہستہ اور فطری طور پر انسان کی تربیت کرتا ہے ۔ اس لئے نئی اقوام و افراد جو اب بھی ایمان لائیں تو ان پر جبر سے تمام احکام بہ یک وقت نافذ کرنے کی کوشش نہ کی جائے گی ۔

"اچھا شاعر و مصور" ۔ اچھا شاعر فطرت کی زبان ہے اور اچھا مصور قدرت کا ہاتھ ۔

"عطائے خلافت" ۔ (درس ختم ہونے کے بعد ایک ایک کر کے سب جاتے رہے ۔ میں، کچھ نہ کچھ مزید ارشادات نوٹ کرنے کی حرص میں ابھی کھڑا ہی رہا ۔ آخر حبیب بھائی بھی رخصت ہو کر چلے گئے ۔ دالان سے سیڑھیاں اتر کر صحن پار کر کے وہ پھاٹک سے باہر مڑ ہی گئے تھے اور میں بھی اجازت لے کر رخصت ہونے والا ہی تھا کہ مجھے فرمایا) "حبیب کو بلاؤ" ۔ (میں نے ننگے پیر ہی دوڑ کر پھاٹک تک پہنچ کر حبیب بھائی کو یاد فرمائی کی اطلاع دی ۔ حبیب بھائی کو سامنے حاضر کر کے میں واپسی کے لئے دروازہ سے نکلنے لگا ۔ سنا کہ حبیب بھائی سے فرما رہے تھے) "حبیب! میں خیرالدین کو ٹوپی پہنانا چاہتا ہوں ۔ اب پہناؤں یا جلسہ میں؟" ("جلسہ" سے مراد پانچ دن بعد ۲۷/ رجب کو ہونے والی حضرت قبلہ کی سالگرہ کی محفل تھی ۔ حبیب بھائی نے ایک لمحہ توقف کر کے عرض کیا)، "سرکار! سرفرازی میں دیر کاہے کی؟" (فرمایا) اچھا! خیرالدین کو بلاؤ ۔ (میں دروازہ کے باہر ہی تھا کہ حبیب بھائی نے آکر بلایا ۔ حاضر ہوا

تو میری ٹوپی نکال کر اپنی کلاہ مبارک پہنائی ۔ میرے قدم بوس ہونے کے بعد فرمایا)
"اللہ سرفراز کرے اللہ تمہارے دل کو منور کر دے ۔ تمہارے باوا کو مبارک باد دو
اور بولو کہ اللہ تمہارے بیٹے کو سرفراز کرے" ۔ (دوبارہ قدم بوس ہو کر اور حبیب
بھائی سے معانقہ کر کے نکل گیا ۔ ویسے تو میرے والد محترم سید زین العابدین صاحب
قدرت، حضرت کے خاص صاحب کشف، صاحب ربط اور حضرت قبلہ کے امتحان لئے
ہوئے اور آزمودہ مرید تھے ہی لیکن اس سرفرازی کے بعد حضرت قبلہ نے جو انہیں
مبارکباد کہلوائی، اس پر مجھے یقین ہو گیا کہ دراصل یہ سرفرازی میرے والد ہی کو ہوئی
ہے اور مفت میں مجھے ان کی نمائندگی مل گئی ہے ۔ ورنہ میں کدھر؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۱۴/ فبروری ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۴/ رجب ۱۳۷۷ھ

"**اجتہاد**" ۔ ایک بات یاد رکھو! ایک کام بر بنائے اجتہاد کیا گیا اور
اجتہاد کرنے کا اس کو حق ہے ۔ اس کے اوپر ذمہ داری نہیں ۔ (یعنی اگر وہ دوسرے
کے لئے نقصان دہ ہو یا دوسروں کی رائے میں غلط ہو تو اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اجتہاد
کرنے والا غلطی پر تھا) اورنگ زیب نے کیا کیا، اپنے بھائی پر مقدمہ قایم کر کے مروا
ڈالا ۔ اس نے کہا "جس وقت میں حاکم مقتدر تھا اس وقت مقدمہ قایم کیا تھا اس لئے
مجھ پر الزام نہیں آسکتا" ۔ (بہ ظاہر اسلامی قانون سے تو اس پر الزام نہیں آسکتا ۔ ہاں
دل اور نیت سے اللہ واقف ہے ۔ اس کا فیصلہ اللہ فرمائے گا کہ اس کی نیت میں درستی
تھی یا شر اور بناوٹ وغیرہ)

حاکم مقتدر کا مروا ڈالنا (کسی کو) شخصی کام نہیں ۔ اس کا اجتہاد ہے، اس کا
ریاستی کام ہے ۔

یزید حاکم مجتہد نہیں تھا اور امام حسینؓ نے فرمایا کہ "تو مجھے خلاف شرع حکم دیتا
ہے ۔ میں نہیں مانتا" ۔

"حرام کرنا اور سمجھنا" ۔ "حرام کو جائز سمجھنا" اور "حرام کام کرنا" اس میں بہت فرق ہے ۔ حرام کام کرنا، ضرور گناہ ہے ۔ مگر حرام کو جائز سمجھنا بہت بڑا جرم ہے ۔ حرام کام کرنے سے "تکفیر" نہیں ہوتی مگر حرام کو جائز قرار دینے سے "تکفیر" ہو جاتی ہے ۔ یہ بہت نازک بات بول رہا ہوں میں ۔ ایک تو یہ کہ خلاف شرع واقع ہو اور ایک یہ کہ خلاف شرع کو جائز قرار دے ۔

۱۵/ فبروری ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۲۵/ رجب ۱۳۷۷ھ

"اجتہاد ریسرچ ہے" ۔ ریسرچ کے بارہ میں قرآن کہہ رہا ہے ۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ○

اس زمانے اور اس زمانے میں بہت فرق ہے ۔ بعض باتوں میں اس زمانے کے مطابق حکم کو اس زمانے کے لئے بھی صد فی صد قابل عمل نہیں سمجھا جا سکتا، مگر یہ کہ وہ نص کتاب و سنت ہو ۔ اور وہاں بھی (یعنی نص کتاب و سنت میں بھی) اعتبارات و مجاز کو سمجھ کر مفہوم لیا جائے گا ۔

"علم اور لا علمی" ۔ سرکار دو عالمؐ فرماتے ہیں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ میری پیٹھ کے پیچھے کیا ہے" پھر ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ۔ "میں پیٹھ کے پیچھے بھی اتنا ہی دیکھتا ہوں جتنا سامنے" ۔ تو یہ اعتبارات ہیں تطبیق ضروری ہے ۔

ایک علم سرکاری مراسلہ سے ہوتا ہے، ایک راز کا حکم اس کے جاری ہونے سے پہلے ہی معلوم ہو جاتا ہے ۔ دونوں میں فرق ہے ۔ جب تک سرکاری طور سے معلوم نہ ہو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ "یہ بات معلوم ہوئی" ---- عالم شہادت کا حکم الگ اور باطن کا الگ ۔

سرکارؐ نے صحابہؓ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ "میری برابری کرتے تم ؟ میرے جیسا اپنے کو نہ سمجھو ۔ میں رب کی بارگاہ میں رہتا ہوں ۔ وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے" ۔

ایک بات یاد رکھو ! دو چیزیں ہیں (۱) **وعلمک مالم تکن تعلم ○** جو چیز

تم کو معلوم نہ تھی تم کو بتادیا۔ یہ علم اجمالی ہے۔(۲) وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ○ یہ علم تفصیلی ہے۔

ترا جس کا ہو ارادہ وہی روبرو ہو پیدا
ترا قصد یار ہوتا تو وہ تیرا یار ہوتا
(حسرت صدیقی)

ثنا کی ناک کو دیکھیں تو ہاتھ اس سے خارج ہوجائے گا۔ کان کو دیکھیں تو آنکھ خارج۔ لیکن ثنا تو وہیں ہے۔ جس کا ارادہ ہو وہ روبرو پیدا ہوگا۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ اجمال الگ چیز ہے، تفصیل الگ۔ اللہ سے دوری نہیں "بعد خیالی" ہے۔

۱۷/ فبروری ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۷/ رجب ۱۳۷۷ھ

"جبر واکراہ" ۔ جبر واکراہ سے کوئی کسی سے جرم کروائے تو "مسبب" (یعنی جو جرم کا سبب بنا، جس نے جرم کروایا) پر ذمہ داری ہے۔ لیکن صرف اشتعال دلائے تو "مسبب" پر نہیں بلکہ مرتکب (جرم کرنے والا) پر تاوان عاید ہوگا اور اگر وہ معین جرم ہو تو باوجود مرتکب کے ہونے کے اس پر بھی ذمہ داری عاید ہوگی۔ (یعنی اگر "مسبب" نے جرم میں تعاون کیا تو وہ بھی "مرتکب" کے ساتھ ذمہ داری میں شریک ہوگا)

"سزائیں اور شبہ" ۔ ایک اور بات یاد رکھو! ایک شخص نے چوری کی مگر وہ کہہ رہا ہے کہ اس سے میں نے خرید لیا ہے۔ (وہ مال) اب خرید لینے کے دعویٰ کے ساتھ ہی وہ فوجداری مقدمہ نہیں رہا، دیوانی مقدمہ ہوگیا۔ اب اگر اس سے ثبوت لاؤ بولیں تو ثبوت اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ مال کسی کے سامنے نہیں لیا۔ تو اس مقدمہ میں شبہ آگیا اور شبہ آتے ہی چوری کی حد ساقط۔ (اب دیوانی مقدمہ چلا کر اس کی بیع غلط ہو تو کوئی اور انتظامی سزا دی جاسکتی ہے)

شریعت میں جہاں سزائیں سخت ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ شبہ ہوتے ہی حد

جاری نہیں ہو سکتی۔ البتہ حاکم اپنی رائے سے تعزیری سزا دے سکتا ہے۔

سرکارؐ کا جو حکم ہے (یعنی جو سرکارؐ کو بغیر تخصیص کے دیا گیا ہے) وہ امت کے لئے بھی متعدی ہے۔ یہ کہنا کہ "سرکارؐ کا حکم صرف ان کے لئے تھا" تو یہ "ادعا" ہے۔ (یعنی دعویٰ بلا دلیل)

"حاکم کا یقین" ۔ کسی بھی مقدمہ میں حاکم کو یقین آنا ضروری ہے۔

حضرت علیؑ کے پاس نالائق لوگ آکر ہر ایک ان میں سے اقرار کئے کہ "ہم مارے، ہم مارے" (یعنی حضرت عثمانؓ کو) لیکن حضرت علیؑ نے سزا نہیں دی۔ کیوں کہ حضرت علیؑ کو یقین نہیں آیا، چھوڑ دیئے۔ (یعنی ایک سے زیادہ جاہلوں اور فسادیوں میں سے ہر ایک نے قاتل ہونے کا دعویٰ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور کسی ایک یا زیادہ کے مرتکب ہونے پر کوئی گواہ بھی نہیں تھا تو پھر حضرت علیؑ کو یقین کیسے آتا؟)

امیر معاویہ کے پاس شبہ کے اوپر مار کے پھینک دیتے، جلا ڈالتے ہیں۔

"عدالت و سیاست" ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کا عدالت کا دماغ اور امیر معاویہ کا سیاست کا۔ امیر معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو گھر میں بند جلا ڈالا

سزائیں دینے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اصول یہ ہے کہ "سو مجرم چھوٹنا بہتر ہے ایک بے گناہ کے سزا پانے سے"۔

قتل قابل تجزیہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر مقتول کے دس ورثاء میں سے ایک بھی معاف کر دے تو قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ حاکم تعزیر دے سکتا ہے۔

۱۸/ فبروری ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۲۸/ رجب ۱۳۷۷ھ

"سالگرہ کی محفل کے دوسرے دن صبح کی خاص کیفیت"

(سال گرہ کی محفل کے دوسرے دن حضرت قبلہ خاص کیفیت میں تھے۔ اسی کیفیت

میں حسب ذیل ارشادات ہوئے)

ہنستا ہوں، مگر یہ ہنسی کیسی ہے؟"زہر خند"۔(یعنی ایسی ہنسی جس میں دکھ درد کا زہر بھرا ہو)

آدمی بے ہوش ہونے سے پہلے اس کو سنسنیاں چھوٹتی ہیں ۔یہی صوت سرمدی ہے ۔حدیث شریف میں ہے 'کسلسلة الجرس'' گھنٹی کی گھنگھناہٹ کی طرح۔ سرکارؐ نے فرمایا کہ یہ زیادہ سخت ہوتی ہے یہ نسبت اس حالت کے جبریلؑ کے توسط سے آتی ہے۔

(مسکراتے ہوئے فرمایا) میں تو یہ روتے بیٹھا ہوں کہ "کم بخت" میرے پاس کاہیکو آتے؟ اپنی مٹی خراب کرنے کو؟(یعنی ہم سب حاضرین خدمت کے بارے میں فرمایا۔ کیوں کہ یہاں ایک طرح ہر چیز حتیٰ کہ اپنے آپ کو کھودینے کی تعلیم ملتی ہے جس سے وجودِ حقیقی کے سوا ہر قسم کی غیریت اور تعین کی نفی ہوتی ہے۔ حاضرین خدمت کے حسبِ حال میں اسی کیفیت کے سلسلے میں اپنے یہ اشعار فرمائے۔)

کیوں بیٹھے ہو خودکشی کو تیار — اے مردِ خدا یہ کیا سمائی؟
دیکھا تو وہ چیز اور ہی تھی — کچھ اور ہی تھی سنی سنائی
حسرت مرے پاس کیا دھرا ہے؟ — اک جان، سو وہ بھی ہے پرائی

(ونفخت فیه من روحی)

(حسرت صدیقی)

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو — تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

(جگر مرادآبادی)

شیر ہے، مگر ناخن نہ دانت، واہ رے شیر! ----- تم شکار کرنا نہیں، شکار ہو جانا۔

ہم بھی ایک اللہ میاں کے تماشے ہیں۔ان کو تماشہ دیکھنا منظور ہوا تو ہم کو پیدا کیا ------ اجمال تفصیل میں آرہا ہے۔(مسکراتے ہوئے فرمایا) کیا بولا حبیب ؟

میں "چکر گھمی" میں ہوں کہ ایک بچی آئی۔"تو شنا ہے" ؟۔ جی ہاں میں شنا ہوں (وہ شناء اللہ خاں کی بیوی تھیں) کچھ تعجب کی نہ حیران ہوئی۔مجھے اچھا معلوم ہوا۔

آپ کسی کو دیکھے ؟ نہیں آفتاب کو دیکھے۔آفتاب اس رنگ میں نظر آیا۔پھر آفتاب کو بھی نہیں دیکھے۔اپنے میں آپ چھپتے۔ بس خیال ہے دوئی کا ------ (یعنی واقعہ میں بس ایک ہی وجودِ حقیقی ہے)۔ارے یہ رحمت ہے رے دیوانے! یہ خیال بھی۔(یعنی غیریت و دوئی اور کثرت کا خیال) نہیں تو اس کی قہاریت سب کو فنا کر دیتی ---ع-- اگر سچ پوچھئے "غفلت" نشانِ شانِ رحمت ہے ------ ہم غفلت ہی کی وجہ سے جی رہے ہیں۔غفلت نہ ہوتی تو فنا ہو جاتے۔

سب لوگ کوشش کرتے ہیں علم کے واسطے۔ہم کوشش کر رہے ہیں بے علمی کے واسطے۔("بے علمی" یعنی دوئی، غیریت اور بعد خیالی کا علم کھونا۔ پھر مسکراتے ہوئے پوچھا) "تم علم سیکھنے کو آئے میرے پاس ؟"۔(یعنی یہاں تو علم آتا نہیں، جاتا ہے۔علم یعنی احساسِ غیریت) یہ سب بچے ہشیار ہیں۔مگر اس ہشیاری کو فنا کر دینا۔(ہتیلی پر ہتیلی رگڑتے ہوئے فرمایا)

کچھ نشہ نہیں ہوتا ساقی مئے خالص سے
اب ساغر و مینا میں کچھ زہر ہی ملوا دے
(حسرت صدیقی)

بڑے نشہ کرنے والے مجبور ہو کر جب نشہ نہیں ہونے لگتا تو سنکھیا تک کھا لیتے ہیں۔ یہ ایسے ہوتے ہیں کہ سانپ ان کو کاٹے تو مر جاتا ہے۔

مجھے رحم آتا یہ بچوں پر (ہم حاضرین خدمت کو دیکھتے ہوئے فرمایا) ہشیار بچے! ان کی کیا عقل ماری گئی! یہ علم سیکھنے آئے ؟ علم کھونے آئے ؟

ہر چیز اپنے وقت پر صحیح ہے۔ "علم صحیح!" ارے کونسا علم صحیح رے؟۔ علم اللہ کے پاس ہی سے آتا ہے۔ اس کا علم غلط ہوتا؟

کاہیکو آتے رے!" بے وقوف "بننے کو؟۔ اور یہ بے وقوف بننے پر بڑے خوش!

غم! غم!!۔ کیا غم؟۔ غلط بات ہمارے پاس آئی کہاں؟۔ غلط بات نہیں تو غم کیسا؟۔ پھر یہ کیا تکلیف؟۔ ارے! یہ تکلیف میں بھی مزا ہے رے!۔ اس کے پاس کوئی غلط بات آتی ہے؟۔ نہیں آتی۔ ہم سمجھے غلط۔ ہائے! ہم سمجھے غلط۔

(قتیل صاحب نے عرض کیا ؎ پیوند خاک ہوگا نقش قدم بنے گا۔ تو حضرت نے فرمایا) نقش قدم سے راستہ ملتا۔ ارے! کوئی گیا رے ادھر سے!

۱۹/ فبروری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۹/ رجب ۱۳۷۷ھ

مسلمان = سلامت رکھنے والا۔ مومن = امن دینے والا۔

"نافرمانی بھی اطاعت" ۔ محبت سے نافرمانی کرے تو اطاعت سے بڑھ کر ہے ایک وقت (ایسا بھی ہوتا ہے کہ) "نافرمانی" محبت سے، فرماں برداری ہے "نافرمانی" کے ساتھ کچھ بھی بکے (یعنی بکواس کرے) مگر محبت سے بولے تو وہ بھی "عبادت" ہے۔ (سرکارؐ کے واقعہ حدیبیہ کا ذکر فرمایا کہ) حضرت علیؓ نے سرکارؐ کے نام کے ساتھ لکھے گئے "محمد رسول اللہ" کے الفاظ میٹ دینے سے انکار کر دیا یہ نافرمانی نہیں ہوئی۔

رسم و رواج اعلیٰ ترین قانون ہے۔ اس لئے کہ ان طریقوں پر عمل نہ کیا جائے تو ان کے تمدن و تہذیب پر اثر پڑتا ہے۔

"رافضیوں کی روایت" ۔ ایک مسئلہ یاد رکھنے کا ہے شبلی صاحب لکھے ہیں۔ رافضیوں کی ترکیب ہے، بھولے مسلمان سمجھ نہیں سکے۔ ایک شخص نے کسی کو مار ڈالا۔ حضرت عمر کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر ضمانت لئے۔ وہ آدمی چلا گیا، مگر

جس وقت آؤں گا بولا تھا، نہیں آیا۔ ابوذر غفاریؓ سامن ہوئے تھے۔ حضرت عمران کو مارنے بیٹھے۔ کیا انصاف تھا دیکھو! ------ میں بولا۔ "یہ شبلی لکھا۔ تو جھک مارا حدود و قصاص میں ضمانت نہیں۔ شبلی کیا چیز ہے؟۔ میں بولتا ہوں کہ "شرع میں ہے کہ حدود و قصاص میں ضمانت نہیں۔ لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ ○ شبلی بولے تو کیا ہوتا؟ میں قرآن بول رہا ہوں۔ دراصل حضرت عمر کو بدنام کرنے رافضی کی روایت ہے۔ شبلی کو بھی غلط فہمی ہوئی۔ شبلی کو دھوکا دو۔ میں کیا دھوکہ کھاتا ہوں!۔ ارے میں صدیقی ہوں۔ صدیقی کو کیا دھوکا دیتا؟۔

"شبلی نعمانی" بولے تو آپ سمجھیں گے کہ ابو حنیفہ کی اولاد میں ہیں۔ نہیں! بلکہ "حنفی" کہنے کے بجائے اپنے کو "نعمانی" کہتے ہیں۔

"عورتوں کو دیکھنا" ۔ میں غیر عورتوں کو ایسی نظر سے نہیں دیکھتا کہ ان کو یاد رکھ سکوں۔

۲۱/ فبروری ۱۹۵۸ء روز جمعہ یکم شعبان ۱۳۷۷ھ

"جلالت علمی" ۔ بڑے عالم کے سامنے کم جاننے والا متاثر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نفس مسئلہ میں وہ صحیح بھی کیوں نہ ہو۔

"بار بار دہرانے سے برائی بھی گوارا ہو جاتی ہے" ۔ ایک بات یاد رکھو! بری بات بھی، سو وقت اس بری بات کو دیکھیں تو اس کی برائی معلوم نہیں ہوتی۔

"حجاج ابن یوسف" ۔ حجاج ابن یوسف کوئی صحابہ سے نہیں تھا۔ بس اعلیٰ درجہ کا مقرر تھا۔ کبھی کوئی لفظ غلط کہہ کر صحت نہیں کیا۔ قانون کو شدت کے ساتھ برسر عمل لاتا تھا۔ ایک بیرونی (غیر ملکی) آدمی قانون کے مخالف عمل کرنے پر گرفتار ہوا، اور اس کی سزا قتل تھی اس شخص نے عذر کیا کہ باہر سے آیا ہے، قانون

سے واقف نہیں تو حجاج نے کہا کہ "ٹھیک ہے قانون کی تعمیل میں تم کو مار ڈالوں گا اور بعد میں "دیت" دوں گا۔ (دیت یعنی "خوں بہا" - جان کی قیمت)

تین آدمی تھے جو کبھی کوئی لفظ زبان سے غلط نہیں بولے۔ (۱) اصمعی، ادیب تھا۔ (۲) حجاج ابن یوسف، گورنر تھا۔ (۳) صہبان وائل، قاضی تھا۔

۲۲/فبروری ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۲/شعبان ۱۳۷۷ھ

"فاینما تولوا" _ ایک صاحب نظامیہ کے آئے تھے۔ **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** - بولے، "جدھر چاہے نماز پڑھ سکتے ہیں" - میں بولا ارے تم جانتے نہیں کچھ بھی - اس کا یہ مطلب ہے کہ چین، جاپان، ہند، امریکہ کہیں بھی رہنے والا اسی ایک قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے - پھر جہاز یا ریل میں کوئی جارہا ہے - نماز شروع ہونے کے بعد جہاز ایک رخ رہتا کیا؟ (مطلب یہ کہ جہاز کسی طرف بھی پلٹ جائے نماز ختم ہونے تک اس کے لئے وہی قبلہ ہے -) - ایک بات پوچھے، "حضرت! آپ کہتے ہیں کہ "قرآن کے احکام منسوخ نہیں ہوئے، سب اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں" سرکارؐ ایک عرصہ کعبہ کی طرف نماز پڑھے - پھر ایک عرصہ بیت المقدس کی طرف، پھر بعد میں کعبہ کی طرف - (اس پر حضرت قبلہ نے فرمایا) ارے! تم کو معلوم نہیں باوا پہلے کعبہ ابراہیمی کی طرف پڑھے، پھر کعبہ موسوی کی طرف، پھر بعد میں کعبہ محمدی کی طرف پڑھے - اب ہم جو نماز پڑھ رہے ہیں وہ کعبہ محمدی ہی کی طرف پڑھ رہے ہیں، "ابراہیمی" نہیں ہے اب یہ ---- **ماننسخ من آیت** ...... الخ میں آیت کے معنی تم "قرآنی" کیوں سمجھے؟ طاعون، انفلوئنزا، یہ سب آیت ہے، نشانی ہے - میرے پاس ہر پیغمبر ایک آیت ہے - وہ بولے فلاں آیت کا شان نزول یہ ہے - میں بولا "میرے سامنے شان نزول کا نام نہیں لینا شان نزول بول کر تم چاہتے ہیں کہ قرآن کو ایک وقت اور زمانے کے لئے محدود کردیں؟ - حالانکہ قرآن ہمیشہ کے لئے ہے اس کی عمومیت کو ختم کرتے ہو؟ - میں بولا "زمانہ گردش پر ہے، ایک حالت پر

نہیں۔ کبھی کسی حالت پر رہتا ہے کبھی کسی حالت پر۔ حیدرآباد کے لوگ مکی حالت میں ہیں اور پاکستانی مدنی حالت میں۔ مکی حالت ہو تو وہ ویسا حکم، مدنی حالت ہو تو ان کے احکام الگ ہیں۔ احمد پاشاہ، قادر پاشاہ، موسیٰ پاشاہ کے احکام الگ (یہ تینوں اصحاب حضرت قبلہ کے صاحبزدگان ہیں جو پاکستان میں رہتے تھے) اور عبدالقدیر کے حبیب علی کے احکام الگ۔

"دلیل سے ڈراؤ" ۔ (قاضی عبدالغفار صاحب وظیفہ یاب صدر قاضی صدارت العالیہ جو حضرت قبلہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور اکثر شریک درس رہتے تھے انہوں نے نسخ قرآن کے سلسلہ میں قرون وسطی کے کسی جید عالم کی کتاب کا ذکر کیا تو اس پر فرمایا) کتاب کا نام لئے تو میں ڈرتا نہیں مجھے مردے سے مت ڈراؤ، دلیل سے ڈراؤ۔ سرکارؐ کہتے تھے "میرے سامنے توریت، انجیل کا نام کیا لیتے؟ اگر موسیٰ ہوتے بھی تو آج میری پیروی کرتے"۔ میں بھی بولتا ہوں، آج کوئی صاحب ہوتے تو "میرے محمدؐ" کی پیروی کرتے۔ (لطیف اشارہ اور عظیم احتیاط ہے کہ انتہائی زور یقین کے باوجود "میری پیروی" کے الفاظ سے گریز کرنے کی بڑی نازک احتیاط فرمائی لیکن "میرے محمدؐ کی پیروی" کے الفاظ سے وہی بات فرمادی اس لطیف اشارے میں کہ "میں جو محمد رسول اللہ کی صحیح اتباع میں ہوں اس کی پیروی")

"سرسید کی غلطی" ۔ سرسید نے کہا تھا کہ "شق قمر ہوا ہی نہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا، خلاف فطرت ہے"۔ میں بولا، میاں! تمہارے پاس کتنے زمانے کی تاریخ ہے؟۔ تم کو ایک بات کا علم نہیں تو یوں کہو کہ "ایسا ہوتے ہم نہیں دیکھے" لیکن یہ کہنا کہ "ایسا ہوا ہی نہیں" نادانی ہے۔

۲۴/فبروری ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۴/شعبان ۱۳۷۷ھ

"کیا سابقہ قبلہ کا حکم منسوخ ہے؟" ۔ (ثناء اللہ صاحب نے

پوچھا کہ قبلہ موسوی (بیت المقدس) کی طرف ایک محدود وقت کے لئے رخ کرنے کا حکم تھا۔ اب وہ زمانہ بھی واپس نہیں آسکتا تو کیا وہ حکم منسوخ ہے ؟ اس پر فرمایا کہ) محدود زمانے کے لئے جو حکم دیا جاتا ہے وہ وقت کے نہ رہنے کی وجہ سے نافذ نہیں مگر وہ منسوخ نہیں ہوا۔ کیوں کہ "وہ حکم" منسوخ ہے جو وقت رہنے کے باوجود نافذ نہ ہوسکے۔ (مطلب یہ کہ جیسے کرفیو آرڈر ہے یا دفعہ ۱۴۴ ہے۔ اگر قیامت تک بدامنی نہ ہو تو وہ حکم بھی نافذ نہ ہوگا۔ لیکن کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حکم منسوخ ہے ؟ نہیں۔ یہ ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ ایسے ہی قبلہ۔ موسوی کی طرف رخ کرنے کا حکم سرکارؐ سے پہلے کا تھا اور اس شرط سے مشروط تھا کہ سرکارؐ کے قبلہ تک یہی برقرار رہے تو سرکارؐ کے قبلہ کے بعد وہ حکم قابل عمل نہیں۔ مگر یہ منسوخ نہیں ------ ثناء اللہ صاحب نے عرض کیا کہ "اب قبلہ۔ موسوی کے لئے مناسب حالت تو لوٹ کر نہیں آسکتی"۔ فرمایا)

یہ خارجی بات ہے۔ خلط مبحث کیوں کرتے ہو ؟ ------ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگلے پیغمبروں کے احکام بھی منسوخ نہیں کیوں کہ وہ ایک محدود زمانے کے لئے تھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سرکارؐ تشریف لائیں تو ان پر ایمان لاؤ۔ (ظاہر ہے کہ یہ حکم تو اب بھی ہر اہل کتاب پر نافذ ہے)

"صلوۃ، اصطلاح شرعی" ۔ (قتیل صاحب نے کسی کا یہ خیال دہرایا کہ "صلوۃ" ہر زمانے میں مختلف رنگ اور صورت میں رہی ہے۔ اگر کوئی گھنٹہ بجا کر خدا کی طرف دھیان لگائے رہے تو یہ بھی "صلوۃ" ہے۔ تو اس پر فرمایا کہ)

اس میں ایک دھوکہ ہے "صلوۃ" کے ایک لغوی معنیٰ ہیں اور ایک شرعی معنیٰ ہیں۔ اسے مقول شرعی کہتے ہیں۔ ایک شخص پاؤڈر کھا کر یہ کہے کہ میں نے "کوفتہ" کھایا تو کیا یہ صحیح ہے ؟ ("کوفتہ" مقول اور اصطلاحی معنیٰ رکھتا ہے۔ اس کے معنیٰ یہاں "کوٹے پیسے ہونے" کے لغوی معنیٰ نہیں لئے جاسکتے۔ پھر ایک اور بات

یہ بھی ہے کہ کسی بھی زمانے میں کسی عمل کے لئے "صلوٰۃ" ہی جاوے جاوے جاویں ر-ں لیں تو سرکارؐ کے آنے کے بعد تو "صلوٰۃ" وہی ہے جو سرکارؐ نے فرمایا اور اب یہی معنیٰ اور مفہوم چلیں گے)

"وحی اور الہام" ۔ "وحی" اور "الہام" میں تمیز نہیں کرتے ۔ ایک جگہ لغوی معنیٰ لیتے ہیں وحی کے اور ایک جگہ اصطلاحی ۔ موسیٰؑ پر بھی وحی ہوئی اور مکھی پر بھی (واوحیٰ الی النحل) تو موسیٰؑ پر جو ہوئی وہ معصوم اور دوسری غیر معصوم ------ ایک اور قابلِ توجہ بات ہے کہ پیغمبروں پر جو وحی ہوتی ہے اس کا ماننا ضروری ہے اور کسی اور کے الہام کی پیروی کرنا ضروری نہیں ۔

موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ "ہمارے ایک نیک بندے کے پاس جاؤ جو بہت کچھ جانتا ہے اور اس سے سیکھو" ۔ تو کیا خضر کا درجہ موسیٰؑ سے بڑھ گیا ؟ نہیں ۔ موسیٰؑ کے احکام کلی تھے ، ان کا ماننا ساری امت کے لئے ضروری تھا ۔ خضر کا حکم جزوی تھا ۔ پھر یہ اعتراض کیا گیا کہ موسیٰؑ کا حکم کلی تھا تو خضر ان کی پیروی کیوں نہیں کئے ؟ تو میں بولا کہ موسیٰؑ بنی اسرائیل کے لئے تھے اور خضر بنی اسرائیل کے نہ تھے ۔

"ذلک الکتاب" ۔ "ذلک الکتاب" یہی کتاب ہے "ذلک" مبتدا ہے "الکتاب" خبر ہے ۔ یہی کتاب ہے جس پر "کتاب" کا لفظ صادق آسکتا ہے ۔ (یعنی دوسری کوئی کتاب بھی حقیقت میں کتاب نہیں کہلائی جاسکتی ایک اور معنیٰ ہیں کہ "یہی وہ کتاب ہے" ۔ یعنی جس کا وعدہ تھا ۔ اس طرح دو محذوف ہوئے ۔ "ذلک الکتاب الحق", "ذلک الکتاب الموعود" ۔

"جوشِ محبت میں نافرمانی" ۔ ایک بات یاد رکھو ! کہ ایک وقت جوشِ محبت میں نہیں ماننا بھی عین اطاعت ہے ۔ ایسے وقت میں بڑوں کی بھی مخالفت کرنا ، جب کہ بڑوں کی عزت میں فرق آرہا ہے ۔ (جس طرح کہ حضرت علی نے صلحنامہ حدیبیہ سے سرکار کا نام مٹانے سے انکار کر دیا)

۲۵/فبروری ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۵/شعبان ۱۳۷۷ھ

"زیادہ بولنے کا نقصان" ۔ میرے پاس ایک اصول ہے کہ جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلط کرتا ہے۔

"وضو نہیں جاتا" ۔ ایک بات یاد رکھنے کی ہے ------ احادیث میں ہے "اگر کوئی "ذکر" کو ہاتھ لگائے تو وضو جاتا ہے"۔ دوسرے صحابی بولے "اگر مقعد کو ہاتھ لگائے تو، اگر آبدست کرے تو" (یعنی وضو جاتا ہے) ------ دونوں میں تطبیق کی حالت یہ ہے کہ "ہاتھ لگانے سے مذی نکلے۔ ایک صحابی بولے "اگر تم کو وہ اتنا ہی برا لگے تو کاٹ کر پھینک دو۔ (یعنی ذکر کو)

ایک دوسرے کو (یعنی میاں بیوی) چھونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ سرکارؐ نماز کے لئے جاتے جاتے بی بی عائشہؓ کا بوسہ لیتے جاتے تھے۔ (یہ بڑی عمر کے آدمی کے لئے قابل عمل ہو سکتا ہے مگر نوجوانوں کے لئے نہیں۔ تطبیق یہ ہے کہ ایسے ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس میں مذی نکلنے کا اندیشہ نہ ہو)

"سورج گہن کی نماز" ۔ سنو! ایک واقعہ ہے۔ واقعہ یہ ہے، ایک صاحب روایت کرتے ہیں کہ گہن لگے، چار رکوع ایک صاحب بولتے کہ ایک رکوع ------ اجی نماز میں ایک ہی رکوع ہوتا نا! ------ ہوا کیا؟ سرکارؐ دیر تک رکوع میں رہے تو بعض بھولے، سرکارؐ کے پیچھے جو تھے سر اٹھا کر دیکھے تو دو چار بار بھی سرکار رکوع میں تھے۔ وہ سمجھے کہ چار رکوع ہوئے ------ سر اٹھا کر دیکھے سو صاحب نہیں۔ (یعنی سر اٹھا کر دیکھنے والے صاحب کو دیکھ کر پیچھے والے چار رکوع سمجھے۔)

۲۶/فبروری ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۶/شعبان ۱۳۷۷ھ

"امتحان دو قسم کا" ۔ امتحان دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ یہ کیا کیا جانتا ہے؟ یا یوں کہو کہ کہاں تک جانتا ہے؟ اور دوسرے یہ کہ آخر کچھ نہیں بھی جانتا

دیا یہ کہ کہیں ہارتا بھی ہے؟ --------- پہلی قسم کا امتحان کم درجہ لوگوں کے لئے ہے اور دوسری قسم کا امتحان بڑے درجہ کے لوگوں کے لئے۔ ایسی جگہ ہارنا ہی بہتر ہے۔

"وقف لازم" ۔ وقف لازم کوئی چیز نہیں۔ جزری میں ہے۔ لیس فی القران وقف لازم۔

"اماموں کا اجتہاد" ۔ جو یہ سمجھے کہ "میرا امام غلط نہیں ہو سکتا" تو یہ پیغمبری کا حکم لگانا ہے، معصوم سمجھ کر --------- ہر بات کے لئے یقین ہونا ضروری نہیں۔ ظنیات بھی عام طور پر قابل عمل ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ دو میں سے کوئی ایک امام صحیح ہوگا، دو صحیح نہیں ہو سکتے --------- میں یہ بولتا ہوں کہ جس کی صراحت اللہ نہیں کیا اور ہماری کوششوں پر چھوڑ دیا ہے، (اب) جو کوشش کیا، سمجھا (والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ○۔ زمانہ بدلتا جاتا ہے۔ اس کے واقعات کے لحاظ سے کوشش کرنے پر مسائل بھی کھلتے جاتے ہیں)

"صرف مچھلی جائز ہے" ۔ امام اعظم صاحب کے پاس مچھلی جائز ہے مچھلی کے سوا دوسری سمندری چیز جائز نہیں۔ مچھلی کسے بولتے؟ جیسے "گلمچھڑا" ہو۔ جھینگوں کو گلمچھڑے نہیں۔ امام شافعی بولے کے جتنے سمندری جانور ہیں جائز ہیں۔ اس میں سانپ، مینڈک، کیکڑا وغیرہ جائز نہیں۔ کیوں کہ وہ زمین پر بھی رہتے ہیں۔

"تنبو اور بام" ایک مچھلی ہوتی ہے جو سانپ سے مشابہ ہوتی ہے۔ ہوئی تو کیا ہوا؟ اس کو گلمچھڑا ہوتا ہے۔

ہمیشہ یہ بات یاد رکھو! تم اپنے یقین پر پکڑے جاؤ گے۔ اللہ یہ پوچھے گا کہ تم اس کو جانتے تھے غلط، پھر کیوں کئے؟

۲۷/فبروری ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۷/شعبان ۷۷ ۱۳ھ

"مسح علی الخفین" ۔ ایک بات یاد رکھو! "مسح علی الخفین" قرآن

شریف میں نہیں ہے مگر حدیث متواتر بالمعنیٰ میں ہے۔

روز جمعہ ۸/ شعبان ۱۳۷۷ھ
۲۸/ فبروری ۱۹۵۸ء

"وجود" ۔ خارجی وجود = شہادی عالم میں ۔ صورت بھی ہے جسم بھی ----- خیالی وجود = خواب یا کشف یا تصور، اس میں صورت ہے ۔ عقلی وجود = سمجھ اور فہم میں ۔ اس میں صورت بھی نہیں ----- جب تک وجود خارجی ممکن ہے وجود خیالی کو نہیں جانا ۔ اور جب تک خیالی وجود ممکن ہے عقلی وجود کو نہیں جانا۔

"سرکارؐ اور ہم" ۔ ایک بات پر غور کرو ۔ "مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق" ("یہ کیا رسول ہے ! جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے" ۔ یعنی یہ کہ ہمارے جیسا ہے، مافوق البشر نہیں ہے) کون بولتے تھے ؟ اور "ویحک انا عبد من عبید محمد" ("تجھ پر افسوس ہے میں محمد کے غلاموں میں کا ایک غلام ہوں" ۔ حضرت علی کا قول) کون بولتے تھے ؟ ----- پیغمبر ہمارے جیسے ہیں کون بولتے تھے ؟ ابو جہل وغیرہٗ تو اب ایسا کوئی بولے تو ان کے ہی مماثل ہو گئے ۔ اب یہ تمثیل کس کے ساتھ پیدا ہو گئی ؟ (یعنی کفار کے ساتھ ہو گئی ایسا کہنے پر) یہ "وہابی" بولتے ہیں کہ "سرکار" بھی ہمارے جیسے آدمی تھے" ۔ بے شک تھے تو اس سے کیا نتیجہ نکلا ؟ ۔ ارے ! مابہ الاشتراک کو تو دیکھے، مابہ الامتیاز کو نہیں دیکھے ۔ (یعنی جو بات دونوں میں مماثل اور مشترک ہے وہ تو دیکھے لیکن جو بات امتیاز اور خصوصیت کی ہے وہ نہیں دیکھے ۔ بشر ہونے میں سرکارؐ ہمارے جیسے ہی لیکن کیا پیغمبر ہونے میں، صاحب وحی ہونے میں بھی ہم سرکارؐ کے جیسے ہی ہیں ؟)

میرے سے بولے، آدمی ہونے کے لحاظ سے سرکارؐ اور ہم برابر ہیں ۔ بے شک ہیں ۔ میں بولا آپ کے والد ماجد اور ابلیس دونوں برابر ہیں مخلوق خدا ہونے کے لحاظ

ے۔

کارپاکاں راقیاس ازخود مگیر
گرچہ باشد درنوشتن شیر شیر

(پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے پر قیاس مت کرو یعنی اپنے جیسا نہ سمجھو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) شیر (دودھ) کے جیسا ہے)

شیر آں باشد کہ اندر بادیہ
شیرآں باشد کہ اندر بادیہ

(شیر وہ ہوتا ہے جو بادیہ یعنی جنگل میں رہتا ہے اور شیر (دودھ) وہ ہوتا ہے جو بادیہ یعنی کٹورے میں رہتا ہے)

شیر آں باشد کہ مردم می خورد
شیرآں باشد کہ مردم می خورد

(شیر وہ ہوتا جو آدمی کو کھالیتا ہے۔ شیر (دودھ) وہ ہوتا ہے جس کو آدمی کھالیتا ہے۔)

یکم مارچ ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۹/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"زنا کی ذمہ داری" ۔ میں ہمیشہ بولتا ہوں۔ زنا کرنا مرد کا کام ہے اور عورت زنا کا موقع دیتی ہے۔ (یعنی فاعل نہیں ہو سکتی)

"میاں بیوی میں سے کوئی ایک بھی مسلمان نہیں ہو تو علحدگی" ۔ ارتداد (یعنی اسلام چھوڑ کر کفر یا کوئی اور مذہب اختیار کرنا یعنی مرتد ہوجانا) سے زوجین میں فوراً تفریق یعنی علحدگی کرادی جاتی ہے۔ مرد اگر مرتد ہوجائے تو تفریق فوراً ہو، کیوں کہ اس کے تصرف بے جا کرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور اگر عورت مرتد ہوجائے تو وہ کہاں تصرف بے جا کرنے جائے گی (اس لئے فوراً تفریق کرانے سے پہلے اسے سمجھایا جائے گا۔ اسی طرح کافر زوجین میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو مرد کے کافر باقی رہنے کی صورت میں فوراً تفریق اور عورت کے کافر باقی

رہنے کی صورت میں پہلے تفہیم کی جائے گی)

۳/ مارچ ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۱۱/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"جھوٹ نہ بولنا اور استاد کی عزت کرنا" ۔ (مناظر احسن صاحب گیلانی نے حضرت قبلہ کے تعلق سے ایک صاحب سے کہا تھا اسے حضرت نے دہرایا) ارے تم کیا جانتے ہو ان کو! ۔ ہمارا بچپن ان کے ساتھ گزرا، جوانی گزری، بڑھاپا بھی ساتھ ہے ۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے، مذاق میں بھی نہیں ۔ (ان کی بات دہرا کر خود اپنے بارے میں فرمایا) میں محدث ہوں، حدیث کا راوی ہوں ۔ اگر جھوٹ کبھی مذاق سے بھی بولوں تو میری روایت کون مانے گا؟ ---------- ایک اور ایک بات ہے ۔ حتی الامکان میں غیبت کرنے سے بچتا ہوں ۔ میں ہمیشہ استاد کی عزت کیا اور ان کے نعلین بھی اٹھایا ---------- کسی سے کوئی بات معلوم ہوئی تو ہمیشہ ان کا نام بولتا ہوں ۔ (یہ نہیں کہ اس پر اپنا نام لگادیں) ۔ اور اس سے برکت ہوتی ہے میاں! ۔

"اختلاف کی گنجائش" ۔ جب تک دو پہلو ہوں نہیں (کسی مسئلہ میں) اس میں اماموں کا اختلاف ہوتا ہی کیسے؟ (یعنی ایک سے زیادہ پہلو ہوں تب ہی اختلاف رائے کا امکان ہے) ۔ دو قسم کی پارٹیاں ہیں ۔ ایک کہتے ہیں کہ ایک ہی بات ہونا ۔ تو اب کسی کو ترجیح دینا پڑے گا ۔ دوسری پارٹی کہتی ہے کہ جیسی حالت ہو ویسا حکم، یہ بھی وہ بھی ۔ اپنی ضرورت اور سہولت کی وجہ سے کبھی یہ کبھی وہ کرلے، ایسا نہیں ۔ بلکہ جب دلیل، مطلق ہے تو اس کی جتنی صورتیں ہیں وہ کریں گے ۔ حنفی مذہب میں ہے یہ، "ایک ہی حکم کیوں؟ دونوں پر عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کسی ایک کو غلط یا صحیح کیوں ٹھہراتے؟" ۔ دلیل میں دو باتیں نکل رہی ہیں، تو ہم کو کیا مصیبت ہے کہ کسی ایک بات پر اڑ جائیں؟

۸/ مارچ ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۲/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"علم و معرفت" ۔ کیا فرق ہے "علم" میں اور "معرفت" میں "کلی چیز کا جاننا" علم" ہے اور اس کے تشخصات کے ساتھ پہچاننا معرفت ہے۔ ایک اور فرق ہے "علم" سے پہلے جہل ہونا ضروری نہیں۔ جیسے **علم اللہ**۔ (یعنی اللہ نے جان لیا، اللہ کو علم ہو گیا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نہیں تھا اور اب ہو گیا۔ کیوں کہ جہل اللہ کے لئے محال ہے اور علم میں کمی زیادتی بھی ناممکن) مگر معرفت میں پہلے نہیں جانتے سو چیز کو جانتے ہیں۔ **عرف اللہ** (اس لئے یہاں) نہیں کہا گیا۔

۱۱/ مارچ ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۹/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"صدق و حق" ۔ صدق = جو چیز واقعہ کے مطابق ہو اسے "صدق" کہتے ہیں اور واقعہ، بیان کی ہوئی چیز کے مطابق ہو تو اسے "حق" کہتے ہیں۔

"صالح بندے" ۔ **صالحون**۔ اچھا کام کرنے والے، مناسب کام کرنے والے۔ **ان الارض یرثھا عبادی الصالحون** (بے شک اس زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوتے ہیں) بعض کہتے ہیں کہ نیک کام کرنے والے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ مناسب کام کرنے والے، چاہے وہ مسلمان ہوں چاہے ہندو ہوں۔ یہ سمجھنا کہ متقی، پرہیزگار ہی اس کے معنی ہیں، صحیح نہیں ------ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ **"عبادی الصالحون"** سے مراد اولیاء و اقطاب ہیں۔ چاہے دنیا میں ظاہر نہ ہوں۔ لیکن ان کی ہی حکومت ہے۔ فرشتے تابع ہیں، حاکم، آمر نہیں ہیں

"ذکر" ۔ "ذکر" زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے بھی۔ لوگ کیا سمجھتے ہیں، "منہ سے بولے تو ذکر ہے اور دل سے اللہ کی یاد میں لگے تو درست نہیں" (یہ غلط ہے) دل میں اگر اللہ کا خیال ہے اور اللہ کو بھولا نہیں تو وہ "ذاکر" ہے۔

"معروف" ۔ معروف = ایسی بات کہ ساری دنیا اسے اچھا بولتی ہے۔ مراداً، محاورے اور رسم و رواج کو بھی "معروف یا عرف" کہتے ہیں ------ ایسی

بھلائی کہ ساری دنیا اسے بھلائی کہے۔ (معروف کہلاتی ہے)

۱۲/ مارچ ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۰/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"ہر مقام کا الگ حکم" ۔ ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ "میں برق پارے (Electrons) پیتا ہوں، برق پارے کھاتا ہوں نہیں کہہ سکتے (کیونکہ کھانے کو کھانا اور پانی کو پانی ہی کہیں گے) میں پانی، مٹی میں ڈال کے پیتا ہوں نہیں کہہ سکتے (کیوں کہ وہ مٹی اب صراحی کی شکل میں ہے) مٹی بولنے کا وقت الگ ہوتا ہے اور مٹی کا برتن بولنے کا وقت الگ ہوتا ہے ------- عالم شہادت کی بات "عالم شہادت میں"۔

میں سب کو سکھاتا ہوں "اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اللہ ہی ہے، اللہ ہی ہے"۔

۱۳/ مارچ ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۲۱/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"بایزیدؒ و سہروردیؒ" ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ امام جعفر صادق کے خلیفہ ہیں، ڈیڑھ سو برس کے بعد۔ اویسی طریقہ پر -------- شیخ شہاب الدین سہروردی، عبدالقاہر نجیب الدین کے مرید، وہ مرید غوث پاک کے۔

"محبوبیت" ۔ بعض وقت "محبوبیت" کی شان آجاتی ہے اور اس میں ایک عورت پن ہوتا ہے۔ ویسے وقت کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ ایک اور وقت محبوبیت کی ہی شان ہوتی ہے مگر سب کو سینے سے لگالیتے ہیں۔ کیا بات؟ یہ محبوبیت ماں کی محبت ہے۔ یہ الگ چیز ہے۔ یہ بھی محبت ہی ہے ----- لولا الا عتبارات لبطل الحکمۃ۔ اگر ان اعتبارات کا خیال نہ رکھے تو حکمت باطل ہوجاتی ہے۔ (محبوبیت کی یہ دونوں شانیں ہم خدام نے حضرت قبلہ میں دیکھی ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے) پہلے میں یہ سب نہیں بولتا تھا۔ اب بول دے رہا ہوں۔ یہ سب تم لوگوں پر گزرنے والی ہے۔ تم پر گزرنے والی ہے۔

۲۱/ مارچ ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۹/ شعبان ۱۳۷۷ھ

"حضرت قبلہ کے خلفاء" ۔ میرے پاس کے خلفاء دو تین قسم کے ہیں۔

۱۔ بعض تو ایسے ہیں کہ اللہ اللہ کرتے کرتے ان کو کشف ہو گیا اور کشف میں جو دیکھے وہ پہنچا بھی سکتے ہیں ۔ یہ بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔

۲۔ اور ایک وہ ہیں جو فصوص الحکم وغیرہ پڑھے ۔ وہ تصوف کی جان سے واقف ہیں ۔ وہ معارف پہنچائیں گے۔

۳۔ بعض وہ ہیں جو دونوں سے بھی متصف ہیں۔

"تصوف" ۔ ایک بیوی آئیں ۔ "حضرت تصوف کیا ہے ؟ میرے کو سمجھاؤ ۔ میں بولا ۔ یہ جو سب کچھ ہے ، وہ سب جھوٹ ہے یا سب سچ ہے ؟ اگر سب جھوٹ ہے بولے تو ہم بولیں گے تمہاری بات بھی جھوٹ ہے ۔ (کیوں کہ ان کی بات بھی "یہ جو سب کچھ ہے" میں کی ایک چیز ہے) میں ان سے پوچھا، "اماں ! "ہے" جو ہے، وہ ہے یا نہیں ؟ ---- اصل تو "ہے" ہی ہے ۔ اچھا ! "ہے" سے پہلے کوئی چیز ہے ؟ اگر ہے تو وہ "ہے" ہی ہے ۔ "ہے" کے بعد کچھ ہے ؟ "ہے" کسی کا محتاج ہے ؟ جب نہیں ، تو وہ کیا چیز ہو گی ؟ وہ ہو گا کون ؟ وہ تو اللہ ہے ----- یہی تصوف ہے ------ میں بولا اماں ! تم ایک کام کرو ۔ لا الہ الا اللہ ۔ نفی اور اثبات کے ساتھ (یعنی آنکھیں بند کر کے لا الہ ، نفی اور الا اللہ اثبات سامنے اشارہ کر کے) پڑھو۔

"وجود و شہود" ۔ مجھ سے کوئی پوچھے " وحدت الشہود " حق ہے یا وحدت الوجود حق ہے ؟ ----- ادب کے لحاظ سے وحدت الشہود حق ہے اور حقیقت کے لحاظ سے وحدت الوجود۔

۱۳/ مارچ ۱۹۵۸ء روز یکشنبہ ۲۳/ رمضان ۱۳۷۷ھ

"وجود و شہود" ۔ میاں ! جو ہے وہی نظر آتا ہے ۔ نہیں ہے سو نہیں ہے

------ فقیر اور مولوی میں کیا فرق ہے ؟ ---- فقیر کہتا ہے کہ جو نظر آرہا ہے وہی سچ ہے اور جو نظر نہیں آتا وہ جھوٹ ہے۔ مولوی کہتا ہے کہ جو نظر آرہا ہے وہ جھوٹ ہے اور جو نظر نہیں آتا وہ سچ ہے اب کون سی بات معقول ہے ؟ (یعنی فقیر کا نظریہ وحدت الوجود کا ہے کہ جو کچھ ہے "وہ" ہے، اس کے سوا دوسرا نہیں۔ وہی وہ ہے اور مولوی کا نظریہ وحدت الشہود کا ہے کہ وجود حقیقی نظر نہیں آتا یہ سب اس کا پرتو اور عارضی وجود ہے)

جو نہیں ہے وہ کیسے دکھے گا ؟ جو ہے وہی نظر آتا ہے۔ قرآن میں **فاینما تولوا فثم وجہہ اللہ**، نہیں ہے ؟

"اخلاص اور بے خوفی" ۔ دل میں اخلاص ہونا اللہ کے لئے۔ کسی سے مت ڈرو، سب تم سے ڈریں گے، یہ میں اس لئے بول رہا ہوں کہ دل میں یقین ہونا۔ "ڈل مُل یقین" کسی کام کا ؟ ------ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور جھوٹ مت بولو اور اللہ کے واسطے بولو۔

یکم مئی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۱/ شوال ۱۳۷۷ھ

"مکاتیبِ فکر" ۔ اہل تسلیم = جو فرمادیے بس اس کو مانتے ہیں۔ "اللہ عرش پر ہے"۔ ہم مانتے ہیں۔ (انہیں "عرشی" بھی کہتے ہیں) اہلِ تسلیم کے پاس الفاظ کو اہمیت ہے۔

اہل تفویض = یہ بات حق ہے۔ اس کے معنی اللہ کو معلوم۔ قرآن میں کی ہر چیز جاننا ضروری نہیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جسے اللہ نے چھپادیا ہے، اور اپنے خاص بندوں کو بتاتا ہے۔ اہل تفویض کہتے ہیں کہ ہم یہ معنے اس کے سمجھتے ہیں۔ لیکن اصل کیا ہے ؟ وہ اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

اہل تاویل = یہ کہتے ہیں کہ "اس کے معنے یہ ہیں" (یعنی معنے کا تعین اپنی عقل سے کرتے ہیں) اللہ فرماتا ہے۔ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** ○

(جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں سجھاتے ہیں) اس لئے ہم کوشش کر کے یہ سمجھے ہیں۔ تاویل کے معنیٰ ہیں حاصل مفہوم۔

اہل غیریت = اللہ کو، ہم کو کیا جوڑ ؟ اللہ ہم کو پیدا کیا۔ ہم پیدا ہو گئے۔ وہ اللہ، ہم بندے۔ ہم کو اللہ سے کیا نسبت ؟ اللہ الگ اور بندہ الگ۔ بالکل الگ۔ صرف تخلیق کا ربط ہے۔

اہل وحدت = اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ بس اللہ ہی ہے کوئی نہیں۔ تم کیا ہو ! تمہارا وجود کیا ؟ **الا کل شیئی ماخلا اللہ باطل** ۔ اللہ کے سوا سب جھوٹ۔ جھوٹ کو جھوٹ سمجھنا اور حق کو حق سمجھنا، حق دینا ہی ہے۔ تم خیالی باتیں ہو۔ تم لغو زائل ہو۔ خدا حق ہے۔ دو حق نہیں ہو سکتے۔

اہل تحقیق = یعنی وجود بالذات تو بے شک خدا کا ہے۔ ہم انتزاعی ہیں خدا سے۔ اس میں بھی دو قسم ہے۔

۱۔ بعض ایسا بولتے " اللہ میاں بیٹھے ہوئے ایک ڈرامہ بنا کر اپنے خیال میں ڈرامہ چلا رہے ہیں۔ مگر ہے یہ سب خیال۔ کس کا ؟ اللہ کا۔ ان کو بولے " وحدت الشہود " والے۔

۲۔ دوسرے یہ بولتے کہ " اللہ میاں خود بنتے چلے جا رہے ہیں۔ دوسرا ہے کہاں رے ؟۔ اللہ میاں کی دو صورتیں ہیں، ایک عابد ہونے کی، دوسرے معبود ہونے کی خود ہی عابد ہیں خود ہی معبود۔ معبود رہے گا " واحدیت " کے مرتبہ تک اور عابد بنے گا بعد خلق۔ وہی ایک جگہ سانپ بن رہے ہیں، ایک جگہ سپاہی، ایک جگہ حاکم بن کر فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس سے ان کی عظمت و کبریائی پر کوئی حرف نہیں۔ عظمت و کبریائی اس کی ایک صفت کا نام ہے۔ تم اس کی ایک صفت میں اٹک گئے ؟۔ یہ " وحدت الوجود " ہے۔

" **ڈاکٹر ولی الدین** " ۔ ولی الدین پوچھے (ڈاکٹر ولی الدین صاحب

عثمانیہ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر جو حضرت قبلہ کے شاگرد رہے ہیں اور کبھی کبھی استفادہ و استفسار کے لئے آیا کرتے تھے)۔ "دونوں میں سے کون بہتر ہیں" (یعنی وحدت الشہود والے، وحدت الوجود والے) تو میں بولا، "وحدت الشہود والے ادب سے قریب ہیں اور وحدت الوجود والے واقعیت سے قریب ہیں"۔ میں ولی الدین کو بولا میں لمان رکھتا ہوں، "ان اللہ علی العرش استوی" پر۔ اور میں عالم مثال میں دیکھا کہ ایک خوبصورت سونے کے تخت پر ایک جلال والی صورت ہے۔ میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی تکذیب نہیں کروں گا۔ (ساتھ ہی) مجھے حکم ہوا ہے "والذین جاھدوا فینا"، تو وہ بھی کام کروں گا۔ پوچھوں گا کہ عرش کے معنیٰ کیا ہیں؟ میں جو سمجھا وہ یہ کہ "عرش" سے مراد اقتدار اعلیٰ اور "کرسی" سے مراد اقتدار جزئی۔ لیکن جہاں سے میری رائے کا علاقہ شروع ہوتا ہے، وہاں سے غلطی کا احتمال بھی لگا ہوا ہے۔ اس واسطے یہ بولتا ہوں کہ تو جو جانتا ہے وہی صحیح ہے (واللہ اعلم بالصواب) اب تک یہ سمجھا ہوں۔ اب آگے اور سمجھائے تو اس کو مانوں گا۔

ولی الدین بولے آپ کو کبھی اللہ ہدایت بھی دیا؟ تو بولا ارے! اللہ میاں تو کیا، رسول اللہ اور میرے مرشد بھی مجھے ہدایت کرتے ہیں۔ تو پوچھے کیا مرشد کو آپ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں؟ تو بولا "ارے! کیا نادانی کی بات کرتے ہو! بچے آدمی! میں تم کو بھی حاضر و ناظر سمجھتا ہوں مگر اس حجرہ کی حد تک۔ میرے مرشد کا دائرہ علم اس سے بڑا۔ اور رسول اللہ کا اس سے بھی بڑا۔ اور اللہ کا تو بے حد! ------ ارے تم اللہ کو اتنا چھوٹا سمجھے کہ ذرا زیادہ علم ہو تو بس اس کے برابر ہو جاتے ہیں۔ حاضر و ناظر کے لفظ کو غلط سمجھے۔ ذرا سی غیب کی بات معلوم ہو تو اللہ کے برابر ہو جاتے؟ ارے غیب کے ہزاروں درجے ہیں۔ تم اللہ کے علم غیب کی کیا برابری کر سکتے؟

اللہ میاں سے کام نہیں پڑا لوگوں کو جیب! انہوں ایسی ایسی پخیاں دیتے، عقل و کل سب چلی جاتی۔ اول پخی دیتے، بعد سمجھاتے۔

۳/ مئی ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۳/ شوال ۱۳۷۷ھ

"علم کی طلب" ۔ جب تک آپ میں جہل ہے، علم کی طلب ہے (یعنی جب تک بے علمی، ناواقفیت کا احساس رہے گا علم کی طلب باقی رہے گی ۔ بے علمی اور ناواقفیت تو ختم ہونے والی نہیں کیوں کہ بے حد جان کر بھی کہا نہیں جا سکتا کہ سب کچھ جان گئے اب کچھ جاننے کو رہا نہیں ۔ علم کی تو حد ہی نہیں)

"زبانوں میں تبدیلی اور بقا" ۔ دنیا میں جتنی زبانیں ہیں سو پچاس برس میں وہ بہت کچھ بدل جاتی ہیں ۔ مگر عربی، قرآن و حدیث کی زبان ہے اس لئے ان کی وجہ سے اس میں تغیر نہیں ہوا کیوں کہ قرآن کی وجہ سے آدمی پڑھنے پر مجبور ہوتا ہے کون سی زبان باقی رہتی ہے ؟ جو زبان علمی ہو، جو زبان حکومت کی ہو ۔ جو زبان مذہب کی ہو اور جو زبان لین دین کی ہو ۔

"طالب علم" ۔ (طلب علم ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے) کون سا علم فرض ہے ؟ ۔ جس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا ۔

۷/ مئی ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۷/ شوال ۱۳۷۷ھ

"امہات المومنین کا امتیاز" ۔ میں یہ سمجھتا ہوں، بی بی خدیجہ ایمان میں ممتاز ہیں بی بی عائشہ علم میں ممتاز ہیں اور بی بی فاطمہ تقویٰ میں ممتاز ہیں ۔ "محبت کی دیوی" تھیں بی بی خدیجہ اور بی بی عائشہ "محبوبیت کی دیوی" ۔ (دیوی کے معنی یہاں مجسم محبت اور مجسم محبوبیت کے ہیں)

۸/ مئی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۸/ شوال ۱۳۷۷ھ

"جبر و قدر" ۔ انسان مجبور ہے یا مقتدر ؟ دو بڑے استاد ایک جگہ جمع ہوئے (ایک "معتزلی" دوسرا "اشعری") معتزلی بولا، "خدا اس سے پاک ہے کہ لوگوں سے کام خود کروائے اور اس کو سزا بھی دے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا" ۔ (اس کا مطلب یہ کہ انسان کو مجبور کر کے اللہ گناہ نہیں کرواتا یہ ظلم ہے ۔ گویا، انسان مقتدر اور

صاحب اختیار ہے) دوسرا اشعری تھا۔ وہ ایسا بولا کہ میرا خدا اس سے پاک ہے کہ اس کی حکومت میں دوسرا کوئی شریک ہو۔ (یعنی اگر انسان مقتدر ہو اور خدا بھی مقتدر، تو حکومت اور اقتدار میں شرکت ہو گئی۔ خدا کے اقتدار میں تو کوئی شریک نہیں۔ یعنی مطلب یہ کہ انسان مجبور ہے -------- لیکن صحیح مسلک یہ ہے کہ انسان ارادہ سے پہلے مجبور ہے اور ارادہ کے بعد مختار۔ صحیح الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں "جبر" یعنی مجبوری نہیں بلکہ "استلزام" ہے۔ یعنی ایک چیز دوسری کے لئے لازم ہے۔ لازم و ملزوم کا سلسلہ ہے)

"ابن تیمیہ" ۔ ابن تیمیہ معتزلی ایک بڑا عالم تھا۔ "اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو عرش اعظم سے آسمان دنیا پر آجاتا ہے۔ اور لوگوں سے کہتا ہے کہ "مانگو کیا مانگتا ہے"۔ اعتراض کیا گیا کہ خدا اترنے سے پاک ہے، کم درجہ کیسے ہوگا؟۔ وہ بولا کہ "ایسا اترتا ہے، اور منبر کی سیڑھیوں سے خود اتر آیا ----- (نزول باری تعالیٰ کو اپنے سیڑھیاں اترنے سے تشبیہ دے کر بے ادبی کی حرکت کی) ----- اس اترنے (یعنی باری تعالیٰ کے نزول) کے متعلق میری تطبیق یہ ہے کہ پچھلی کے وقت دعا بہ سہولت قبول ہو جاتی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرنے پیش قدمی فرماتا ہے۔

"تخلیق آدم" ۔ "مٹی سے آدم کو پیدا کیا" کیا بات؟ نطفہ سے بھی پیدا کیا۔ خون سے بھی پیدا کیا ----- اس کے معنی یہ ہیں کہ "دنیا سے پہلے جو پیدا کیا" (ابتدائی تخلیق کے مدراج) یعنی دنیا میں پہلے تمام اجزاء الگ الگ تھے۔ کشش ثقل سے ملتے گئے اور نئے مرکبات ظہور میں آتے گئے۔

"آدم کو سجدہ" ۔ اسجدوا لادم۔ آدم کو سجدہ کرو۔ یعنی قوت جامعہ کے سامنے مفرد قوتیں عاجز ہیں ----- یہ کہاں؟ آدم کو کس مقام میں سجدہ کرنے کا حکم ہوا؟ ازل سے ابد تک یہ حکم جاری ہے ---- اب اس وقت بھی فرشتے انسان کے سامنے عاجز ہیں اور اسے سجدہ کر رہے ہیں ---- اور وہ قوت غضبی ہمیشہ

مخالفت کرتی ہے ------ فرشتوں کو لینے کا یہ مطلب تھا کہ یہ انسان سے پہلے تمام مخلوقات سے افضل تھے اور یہ فطرت کی مخالفت نہیں کرنے والے تھے ------ قوت غضبی شیطان، اسے معلوم نہیں کہ اس قوت جامعہ، انسان میں قوت غضبی بھی ہے۔ "وہ جامع ہے۔ ارے تو جانتا گیا ؟"

"تفویض و تحقیق" ۔ سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر کے پھر بھی تفویض اور تسلیم کرنا، ورنہ ذمہ داری آتی ہے۔ میں محل خطا ہوں، اس واسطے تفویض کرتا ہوں اور تحقیق اس لئے کہ حکم ہے اور عقل دی گئی ہے۔

"تحقیق و تفویض" ۔ میں نہ ابن تیمیہ کے جیسا ہوں نہ ابوالحسن اشعری کے جیسا۔ میں صوفی بھی ہوں تو تفویض کرتا ہوں۔ اور کچھ دکھائے تو دیکھتا جاؤں گا ------ "حیات" اور "موت" یہی ہے کہ اگر یہی ہے" (یعنی بس اتنا ہی ہے) سمجھ کر رہ گئے تو وہ علم کی موت ہے۔ اور جب تک طلب باقی رہے گی، تجلی ہوتی رہے گی۔ یہی حیات ہے ------- میں کسی چیز کی تاویل کرنے سے ہارتا نہیں۔ لیکن اس تاویل کو پکڑ لے کر یہی ہے" بول کر نہیں بیٹھتا۔

ہم "مسلم"، "مسلمان" ------ صوفی، معتزلی، اشعری، یہ سب کیا ؟ ------ ہم کو کسی سے انکار نہیں (یعنی کسی امر حق سے) ہم سمجھ کے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فرق ہے ہم میں اور دوسروں میں۔

"تسلیم" یہ کہ "آپ جو فرمائے وہ صحیح"۔ اور "تفویض" یہ کہ "ہم یہ سمجھے اور آپ پر چھوڑتے ہیں کہ اور بھی کچھ اس کا مطلب ہے تو وہ بھی صحیح" -------- یہ سب باتیں بول کر مجھے ایک گھم چکر ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "ہم کچھ نہیں سمجھے۔" وہ "بہت بڑا ہے" !

"خلیفہ" ۔ ہم ہارتے کہاں ؟ اللہ میاں کے شاگرد ہیں (وعلم آدم الاسماء کلھا کی طرف اشارہ ہے) ۔ دور دور سے علم ہوتا میاں ! نزدیک سے

احساس ہوتا۔ اسے دور سے سمجھو تو علم آئے گا۔ اسے نزدیک سے سمجھو تو احساس آئے گا ۔۔۔۔ کیا یہ سب فلسفہ نہیں یہی فلسفہ ہے۔ اللہ کو صحیح سمجھنا ہی فلسفہ ہے۔

"بے علمی کا اعتراف" ۔ ایک اور کام کرتا ہوں میں۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ابھی مجھ پر کھلی نہیں۔ ان کی حقیقت سے میں واقف نہیں تو میں دل سے تکے نہیں لگاتا بلکہ ایسا بولتا ہوں کہ سمجھاؤ تو سمجھتا ہوں، نہیں تو چپ بیٹھتا ہوں ۔۔۔۔۔ مجھے یہ بول دینا آسان ہے کہ "فلاں چیز میں نہیں جانتا"۔ جو چیز نہیں جانتے اس کو نہیں جانتے بولنا "علم" ہے۔ جو چیز نہیں جانتے اس کو جانتے بولنا "جہل مرکب" ہے۔

"ربوبیت" ۔ اللہ کسی اور سے ہماری پرورش نہیں کر رہا ہے، اپنی ذات سے کر رہا ہے۔ (یعنی ہم غذا، پانی وغیرہ پر نہیں بلکہ در حقیقت "اللہ" ہی پر پل رہے ہیں۔ اسی وجود حقیقی سے ہمارا وجود قائم ہے) مجھے الجھن نہیں پیدا ہوتی۔ زیادہ بڑھیں گے تو حیرت ہوگی، مگر الجھن نہیں۔

یہ وادی حیرت ہے، تسلیم سلامت ہے
اس جائے نہ اے حسرت کچھ چون و چرا کرنا
(حسرت صدیقی)

۹/ مئی ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۹/ شوال ۱۳۷۷ھ

"آدم اور ابلیس" ۔ آدم و شیطان کا قصہ بار بار قرآن میں آتا ہے۔ اس لئے کہ ہر آدمی میں دونوں قوتیں قوت غضبی، قوت حلمی ہیں۔ ان کے اثرات سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ اس لئے بار بار تاکید آتی ہے۔

شیطان سے ہم کو بچنے کی اس واسطے ضرورت ہوئی کہ ۔۱۔ "اس کی ہماری آبائی دشمنی ہے" ۔ ۲۔ "وہ نظر نہیں آتا اور جو دشمن چھپ کر دشمنی کرتا ہے وہ خطرناک ہوتا ہے" ۔ ۳۔ "شیطان پڑھا لکھا ہے اس لئے اس کی دشمنی خوفناک ہے۔

شیطان ہم میں گھستا ہے ۔ ہم شیطان میں نہیں گھستے ۔ اور جو گھس سکتے ہیں، ان سے بھاگ جاتا ہے ------ شیطان کیا کرتا !---- برے عادات والے انسانوں سے سازش کر کے اچھوں کو بہکاتا ---------- جو شخص شیطان کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے وہ منہ سے تو "اعوذ" پڑھتا ہے لیکن دل میں اس سے مرعوب ہے پھر وہ کیسے بھاگتا ؟

ابلیس کے خاندان کے جو ہیں (یعنی شیاطین) ان کو، تکلیف پہنچانا مقصود نہیں رہتا، صرف عقیدہ خراب کرنا چاہتے ہیں ۔ اور یہ شیاطین جو انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں وہ جنات کی ایک قسم ہیں ۔

"رحمت" ۔ رب العالمین ۔ پال رہا ہے تو، ایسا تو نہیں جیسے آپ کا پسینہ آپ کے جسم سے نکل جارہا ہے ۔ نہیں (مطلب یہ کہ پسینہ کا نکلنا جیسے کہ اضطراری ہے اور اس کے نکل جانے سے کچھ خرچ نہیں ہوتا اللہ کا پالنا ایسا نہیں ہے)، "الرحمن الرحیم" اس کے رحم کا تقاضا ہے یہ پالنا، نہ کہ اضطراری ؛ رحمانیت کی شان یہ ہے کہ جھاڑ، پہاڑ، انسان سب کو پال رہا ہے ۔ اور دوسری یہ کہ جزوی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو کام کرو، تو وہ تمہارے مقاصد کو پورا کرے گا ۔ یہ شان رحیمیت ہے ۔ اور یہ کہ اچھے برے سب کو آج پال رہا ہے یہ رحمانیت کی شان ہے ۔ اور کل قیامت میں اچھوں کو نوازے گا، اور بروں کو سزا دے گا، یہ رحم شان رحیمیت ہے ۔ "رحم فی الدنیا" اس عالم میں ہے، یہ رحمانیت کی شان ہے ۔ اور "رحم فی الاخرۃ" آخرت میں ہے، وہ شان رحیمیت ہے ------ مگر اس رحم کے اظہار سے آپ مطمئن ہو کر اچھے کام سے لاپرواہ ہو جائیں گے اس لئے فرمایا کہ دیکھو "مالک یوم الدین" بھی ہے وہ ۔ یہ نہیں فرمایا کہ "رحیم" کے مقابل "قہار" بھی ہے ۔ بلکہ یوں کہا کہ دیکھو "رحیم" تو ہوں، مگر روز جزا کا مالک بھی ہوں ۔ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ لوگوں کو ان کے کاموں کا بدلہ بھی دیتا ہوں ۔

۱۲/ مئی ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۲/ شوال ۱۳۷۷ھ

"**بخشش**" ۔ جو گناہ کرتے ہیں اور اللہ انہیں بخشنا چاہتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) گناہ ہے، مگر انہیں ڈھانپ دیا۔ غفور

(۲) اس سے اعلیٰ یہ ہے کہ محو کر دیتا ہے، مٹا دیتا ہے۔

(۳) اس سے اعلیٰ یہ ہے کہ اس سے درگزر کرتا ہے۔

(۴) اس سے اعلیٰ یہ ہے کہ اسے نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

اللہ اپنے گناہوں کو معاف کرتا ہے مگر دوسروں کے گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ (یعنی دوسروں کا حق مارنے اور دوسروں کو تکلیف دینے کو)

۱۶/ مئی ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۶/ شوال ۱۳۷۷ھ

"**وضو میں نیت**" ۔ وضو میں نیت شافعی کے پاس ہے، حنفی کے پاس ضروری نہیں۔ اس لئے کہ حنفی کہتے ہیں کہ پانی فطرتاً پاک کرنے والی شئے ہے چاہے نیت کریں نہ کریں، پاکی تو ہوگی۔ ہاں اگر نیت کر لیں تو حکم کی تعمیل کا ثواب ملے گا ورنہ ثواب تو نہ ملے گا نیت کا، مگر وضو تو ہو جائے گا ------- نیت وضو میں نہیں لیکن تیمم میں فرض کیوں ہے؟ اس لئے کہ فتیمموا آیا ہے۔

"**مردانگی**" ۔ آدمی کا "مرد پن" کہاں ظاہر ہوتا ہے؟۔ ایک دشمن کے سامنے، ایک عورت کے پاس۔

۱۷/ مئی ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۲۷/ شوال ۱۳۷۷ھ

"**اعمال کی صورت**" ۔ اعمال صورت لیتے ہیں۔ ذاکر شاغل لوگوں کے اعمال بھی صورت لے کر سپاہیوں کی طرح ان کی طرف سے لڑتے ہیں۔

"**جنات و شیاطین**" ۔ بہت سے امراض، جنات کے ایذا دینے سے

ہوتے ہیں۔ جن و شیاطین کی ذریت، فنائیت سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ تو انسان کا ہی کام ہے۔

۱۹/ مئی ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۹/ شوال ۱۳۷۷ھ

"حضرت قبلہ کی مثالی شکلیں" ۔ (جب حیدرآباد میں طاعون کی زبردست وبا پھیلی تھی اور سارا شہر ماتم کدہ بنا ہوا تھا تو حضرت قبلہ کی ایک شکل نے بیماری کی شکل کا مقابلہ کیا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ) بیماری سے مقابلہ کرنے والی وہ شکل جنون والی تھی۔ بال بکھرائے ہوئے۔ اب کہاں چھوڑتا ہوں تجھے۔ لپٹ پڑی (حضرت قبلہ اپنی شکل کو بیماری سے لڑتے دیکھ رہے تھے فرمایا کہ) سرکارؐ نے اس وقت میرے اور اس لڑائی کے درمیان اپنے جبے کا اسرا کر دیا تھا۔ (حضرت قبلہ جبے کے بازو سے جھانک رہے تھے) میں پریشانی سے سرکارؐ کو دیکھا تو بولے، "ڈر مت فتح تیری ہے"۔ اور وہ بیماری کو پچھاڑ دی ------ مگر اتنا ہوا میرے گھر والے دس آدمی اس بیماری کی نذر ہو گئے۔

(موسیٰ ندی کی طغیانی کا واقعہ فرمایا کہ) میری ایک شکل نے ندی کے دونوں کناروں پر دو پیر رکھے سارا پانی منہ میں کھینچنا شروع کیا۔ مگر پھر پانی جتنے کا اتنا ہو جاتا تھا ------ تقدیر کے آگے کچھ نہیں چل سکتی میاں!

اعمال شکل لیتے ہیں ------ شکل لڑتی ہے تو کبھی لڑائی میں ختم بھی ہو جاتی ہے اور ایک شکل کم ہو جاتی ہے ------ اسماء الٰہیہ کی توجہ کے ساتھ زکوۃ دو تو ہر اسم پر ایک شکل ملتی ہے۔

۲۳/ مئی ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۳/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"بے نفسی" ۔ خود کہے "میں اچھا ہوں" تو کیا فائدہ "دوسرے کہیں کہ تم اچھے ہو ------ "میں اچھا ہوں" کہنا ادعا ہے اور دوسروں کا "تم اچھے ہو" کہنا یہ گواہی ہے ------ اس موقع پر حبیب بھائی نے حضرت قبلہ کی بات دہرائی کہ

ہے اور موسیٰ کے کلام میں صرف دس احکام (Ten Commandment) ایسے ہیں، جو "خدا نے ایسا فرمایا" ہیں۔ باقی سب میں "خدا نے فرمایا" ایسی روایت نہیں۔ اس زمانہ میں روایت کا طریقہ ہی نہیں تھا۔ یہ تو ہمارے پاس ہے کہ کون بولے؟ کس زمانے میں تھے وہ؟ کیسے آدمی تھے؟ اور کون تھے؟۔ یہ تمام تحقیق ایک فن ہے اور صرف ہمارے پاس ہے۔ یہ نہ عیسائیوں کے پاس ہے نہ یہودیوں کے پاس نہ ہندوؤں کے پاس۔

۳/ جون ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۴/ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

"فقیر پر گرفت سخت" ۔ فقیر خیال پر پکڑا جاتا ہے، الفاظ کی حاجت نہیں۔ ارادہ اگر "وہاں سے آتا ہے" سمجھتے ہیں تو پھر ساکن رہو۔ پکڑ کیوں ہے؟ ارادہ پر ------ **یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید** ○ ایک بڑی غلطی لگتی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ "سب خدا کی طرف سے ہو رہا ہے، تو ہم سمجھ رہے ہیں"۔ (یعنی اپنے ارادے کے سلسلے میں یہ عذر کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہی ہماری سمجھ میں یہ آرہا ہے تو ہم سے ارادہ ظاہر ہوا) "کسی ایک بات پر زور دیئے؟" بس پکڑے (یعنی خدا کی طرف سے ہے تو پھر سکون رہنا چاہیے۔ کسی ایک طرف زور کیوں ہوا ارادے کا؟) ------ "سب خدا کی طرف سے ہے" اس کا کامل یقین ہو تو "سکون" ہونا چاہیے۔ سکون نہ ہو کر اضطرابی کیفیت ہو تو "دے پٹخنی"۔

"دنیا کی حد" ۔ دنیا ہے نا! ایک سرسری چیز ہے۔ بس سرسری تک رکھنا اس کو! --- تم کو کچھ نہیں ہے جی! مجھے بڑی مشکل ہے۔ بات کرنا مشکل، سانس لینا مشکل ---- قرب فرائض کے جو قادری ہوتے ہیں ان کو ذرا ذرا سی بات پر پٹخنی دیتے۔ بولو، جو جو بولنا ہے سو بولو۔ مگر کسی بات پر زور نہیں دینا۔

۵/ جون ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۶/ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

"مچھلی کے کانٹے" ۔ مچھلی کا کانٹا گلانے گجگے کا چھلکہ استعمال کرنا۔ باریک، گل جاتے مگر موٹے نہیں گلتے۔

"درد سول" ۔ کیسا ہی پیٹ کا درد ہو، دو لونگ اور ایک گجگہ کے مغز کے ساتھ کوٹ کر اس کے چار گولیاں بنائیں۔ مجرب ہے چنے برابر گولیاں ---- "غلام خواجہ نے دیا ہے" کہیں ------ درد سول ( ) کے لئے مفید ہے۔ درد سول کسے کہتے ہیں اس کی ابھی تحقیق نہیں ہوئی۔ مگر سخت ترین درد کو درد سول کہتے ہیں۔

۱۹/ جون ۱۹۵۸ء روز یکشنبہ ۳۰/ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

"توکل، صبر و رضا" ۔ "توکل" تو یہ ہے، خدا کے اوپر چھوڑ دینا، جو چاہے کرے۔ اور "صبر" کے معنی یہ ہیں، توکل کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اسے محسوس کرنا اور اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنا، یہ "رضا" ہے۔

"دعا اور مشرب محمدی" ۔ دعا کرنے والا مشرک ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ وہ اپنے کو محتاج سمجھتا ہے۔

جب تک "ابراہیمی" ہے، دعا نہیں کرتا اور جب "محمدی" ہو جائے گا تو دعا کرے گا (یعنی ابراہیمی المشرب اور محمدی المشرب کا ذکر ہے) ایک صاحب کو کھانا نہیں ملا۔ لگے رونے، "کھانا نہیں دیا، مجھے کھانا نہیں ملا"۔ ایک دوسرے صاحب تھے وہ بولے۔ ارے بھلے آدمی! کھانا نہ ملے تو روتے ہو؟۔ وہ صاحب بولے کہ "وہ" مجھے دیکھنا چاہتا ہے کہ کھانا نہ ملے تو کیسا روتا ہوں، اس لئے رو رہا ہوں۔

خود کو محتاج سمجھنا، دل میں اور خدا کو احتیاج پوری کرنے والا سمجھنا، یہ توکل ہے۔ مگر جب تک "مجھے دے" نہ ہو اس وقت تک دعا نہ ہوگی۔

"اللہ عرش سے اتر کر پہلے آسمان پر آتا ہے"، میں اس کا بھی قایل ہوں (یعنی حدیث میں جو ہے کہ "رات کے وقت دعا قبول کرنے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے")

اور "آسمان اور زمین سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں" اس کا بھی قایل ہوں۔

رات میں یہ مسئلہ تھا، کون سی دعا قبول ہوتی ہے کون سی نہیں؟ "جو دعائیں نظامِ عالم کے مغایر ہیں وہ قبول نہیں ہوتیں" یہ بھی صحیح ہے۔ اور "سب دعائیں قبول ہوتی ہیں" یہ بھی صحیح ہے ------ یہ کیسے؟ اس طرح کہ ہر نامقبول دعا کا بھی آخرت میں معاوضہ دیا جائے گا اور اتنا دیا جائے گا کہ جو لوگ دعا کر چکے تھے اور قبول ہو چکی تھی، وہ بھی آرزو کریں گے کہ "کاش ہماری دعا قبول نہ ہوئی ہوتی!"

----- ادعونی استجب لکم (مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا) ---- مانگنے والا مانگتا ہے، نہیں مانگنے والا نہیں مانگتا۔ اللہ کی حکمت روکتی ہے۔

۲۰/جون ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"الصلوٰۃ" _ **حافظوا علی الصلواۃ** ۔ نمازوں کی نگہبانی کرنے کے لئے صلوٰۃ کی جمع صلواۃ نہیں لائیں گے۔ الصلوٰۃ میں الف لام نفس و حقیقت صلوٰۃ کو بتا رہا ہے، جمع لانے کی حاجت نہیں۔ ایسے موقع پر صلواۃ استعمال کرنا لونڈوں کا کام۔ قرآن شریف میں جو **حافظوا علی الصلواۃ والصلوٰۃ الوسطی** ہے یہاں جمع "صلواۃ" اس لئے آیا ہے کہ بعد **والصلوٰۃ الوسطیٰ** کی تشریح آئی ہے۔

۲۵/جون ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۶/ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"کلائی اور باہیں" _ کلائی = پہنچے سے نصف دوری تک، کہنی سے۔ اور باہیں = پہنچے سے کہنی تک۔ اور پورے کو بازو کہتے ہیں۔

"دل و زبان" _ دل و زبان اگر بگڑ گئے تو سارا جسم بگڑ گیا۔ دل و زبان اگر درست ہوئے تو سارا جسم درست ہوا۔

۲۷/جون ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۸/ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"طالب علم" _ ہم طالب علم ہیں۔ ہمارے پاس شاگرد ہونا عیب نہیں، جاہل ہونا عیب ہے۔

۲/ جولائی ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"زبان کی حفاظت" ۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو ---- سب تمہارے دوست ہو جاتے ہیں ------ دوسروں کی برائی کرنے کی عادت مردوں سے زیادہ عورتوں میں ہے، عامتہ الناس سے بڑھ کر مشائخوں میں ہے ----- زبان کی حفاظت کرنا، جھوٹ سے بھی بچنا، مبالغہ سے بھی بچنا ------ بحیثیت گواہ کے کسی کی برائی بیان کی جا سکتی ہے۔ شادی بیاہ میں بھی نہیں چھپانا عیب ----- مظلوم کو حق ہے کہ دفعِ ظلم کے لئے بیان کرے، مگر اتنا ہی جتنا اس ظلم کا تعلق ہے۔ نہ یہ کہ اس کے ماں باپ ایسے تھے ویسے تھے ----- حاکم کے سامنے، استاد کے سامنے اور ماں باپ کے سامنے شکایت کرنا، دوسروں کے سامنے نہیں ------ پھر یہ دیکھو کہ اس برائی کے بیان کرنے میں زیادہ نقصان ہے یا خاموش رہنے میں ؟ ----- لوگوں کی برائی نہیں کرنا حبیب ! اور جھوٹ نہیں بولنا ----- مظلوم، ظلم کی برائی کرے بھی تو اس کے سامنے جو کہ اس سلسلہ میں کچھ مدد کر سکتا ہے ----- اگر کوئی کھلی برائی کرتا ہو تو اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔

۳/ جولائی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"محمدی المشرب" ۔ محمدی المشرب = ہر ایک کو اس کا حق دینا اور وقت پہ ہشیار۔

"محبت، توحید، عبدیت" ۔ ہر ایک کا ایک رنگ ہوتا ہے، محبت والے کا ایک رنگ، عبدیت والے کا ایک رنگ۔ وہ اپنے کو نیست و نابود کر دیا۔ تم کہاں کر سکتے ؟ توحید بھی ہے۔ یہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) اجمیر کے خواجہ، محبت کا مرکز۔ کیا ان میں عبدیت نہیں ہے ؟ توحید نہیں ہے ؟ کا ہیکو نہیں ہے ؟ مگر مرکز ان کا محبت ہے۔

(۲) شیخ محی الدین ابن عربی، ان کا مرکز "علم توحید" ہے۔

(۳) جیلانی غوث پاک ۔ ان کا مرکز عبدیت ہے ۔ شہنشاہ ہے ۔ فرماتے ہیں، بایزید اور میں، دونوں دوڑے ۔ مگر چونکہ میں بیوی، بچے، دنیا کے تمام جھگڑے رکھتا تھا اس لئے میرے گھوڑے کنوتیاں دیئے گئے ۔ ان سے آگے بڑھ گیا ۔ (گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں دونوں اگر برابر برابر ہوں تو گھوڑے کی کنوتیاں یعنی کان کی نوکیں دیکھی جاتی ہیں کہ آخری حد پر کس کے کان آگے ہیں ؟ تو فرماتے ہیں کہ بایزید کے پاس نکاح کی سنت کی کمی تھی، وہ مجرد تھے ۔ اس لئے حضور غوث پاک کے گھوڑے کو کنوتیاں تھیں بایزید کے گھوڑے کو نہیں)

محبت، توحید، عبدیت، ہر ایک میں کمال حاصل کر کے ہی کوئی کامل ہوتا ہے لیکن ہر ایک کا ایک خاص مرکز رہتا ہے ۔

"گناہ نیکیوں میں تبدیل" ۔ "گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے" (**یبدل اللہ سیاتھم حسنت**) ۔ میں غور کر کے دیکھا، وہ لوگ کرتے کیا ہوں گے ؟ (یعنی یہ کہ ان کے کس عمل کی وجہ سے ان کے گناہوں کو تبدیل کر دیتا ہے ؟) ---- ان پر تقدیر کھل گئی ہے ۔ وہ لوگ بولتے ہیں "یہ ایسا ہونا ہی تھا" ۔ اب اس کی نسبت نہیں رہی باقی (یعنی اس گناہ کی) ۔ اللہ کی نسبت غالب آگئی ۔

"مقربین کا معاملہ" ۔ **حسنات الابرار سیئات المقربین** ۔ مقربین سے پوچھ ہوتی ہے کہ "تم اچھا بھی کئے تو اپنے ارادے سے کیوں کئے ؟ ------- ایک وقت ایسا ہوتا "ارے کوئی ہے مجھ سے کشتی لڑنے والا ؟" ۔ "ہاں حضرت ! میں لڑتا ہوں" ۔ "ارے ! اگر جائے گا" "گرا تو گرا، لڑوں گا ضرور" ۔

۸ / جولائی ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۹ / ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

شجاعت آتی ہے تو مکاری کم ہو جاتی ہے ۔ بہادر مکار نہیں ہوتا، بلکہ سخی اور ہمدرد ہوتا ہے ۔

"جمال اور حسن" ۔ اجمالی طور پر دیکھے تو وہ جمال ہے اور تفصیلی طور

پر حسن۔

۱۴/ جولائی ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"علم غیب" ۔ عالم الغیب کے کیا معنی ؟ جو چیز ہم کو معلوم نہیں ہے وہ اللہ کو معلوم ہے ۔ اس کا لحاظ کرتے تو کوئی غیب ہے ہی نہیں ۔ اس لئے یہ "غیب اضافی" ہے ۔ (لوگوں میں بھی آپس میں کسی کو کچھ علم ہے تو کسی کو نہیں ۔ ایک دوسرے کے لحاظ سے یہ "علم غیب اضافی" ہے ۔ ایسی کون سی چیز ہے جو، کسی بندہ کو اس کا مکمل علم نہیں ؟ وہ ہے حقیقت و کنہ ذات خداوندی ------ اللہ کی صفات کا جو علم مسلمان کو ہے وہ بھی اجمالی ہے نہ کہ تفصیلی ! تو پھر اللہ کا علم اور بندہ کا علم برابر ہی کب ہو سکتا ہے ؟ کسی بندہ کو "علم غیب" ہے بولیں بھی تو یہ کسی بندہ کے مقابل ہے اور یہ "اضافی" ہی ہے ۔ اس میں اللہ کی برابری کب ہوئی ؟ پیغمبرؐ کو بھی علم غیب ہے تو وہ بالعرض، اللہ کا دیا ہوا ہے ۔ اور ہم کو جو جنت دوزخ وغیرہ کے وجود کا علم ہے ۔ یہ پیغمبر کے توسط سے ہوا تو اس طرح ہم کو بھی علم غیب ہوا ۔ وہابی کے پاس لفظ ہیں، معنی ہیں ۔ ہمارے پاس الفاظ کے ساتھ اس کے معنیٰ، معنیٰ کے ساتھ اس کا منشاء و مصداق بھی آتا ہے **السلام علیک ایھا النبی** پڑھتے وقت ہمارے تصور میں سرکارؐ دو عالم بھی آجاتے ہیں، یہ ایک طبعی بات ہے ۔

"علم اور احساس" ۔ "کانٹا تمہارے پیر میں چبھا تو محسوس کرتا ہوں" فرمایا سرکارؐ نے ۔ اس واسطے کہ علم کا منبع تو وہی ہیں ۔ پہلے انہیں کو علم ہوگا درد کا، تو ہم بعد میں محسوس کریں گے ۔ پہلے اللہ کو ہوا اس درد کا علم، پھر سرکارؐ دو عالم کو پھر ہم کو اللہ کے پاس اور رسول اللہ کے پاس اس کو "علم" کہیں گے اور ہمارے پاس پہنچا تو "احساس" ۔ اللہ کے لئے "علم" ہے ہم کو "احساس" ۔ اللہ کو احساس کہنا بد تمیزی ہے ہر مقام کا ایک نام ہوتا ہے ۔

"دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا" ۔ ایک بات یاد رکھو !

روزہ کے واسطے حدیث ہے، زکوۃ کے واسطے ہے، حج کے واسطے ہے۔ ایک نماز کے واسطے نہیں ہے کہ ایک کی طرف سے دوسرا نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟ امام محمدؒ سے ایک صاحب پوچھے تو فرمایا کہ ارجو اخیراً۔ تینوں کاموں کی طرح اس میں بھی ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک صاحب کو جو بیت المقدس جارہے تھے فرمایا کہ "میری طرف سے بیت المقدس میں نماز پڑھو"۔ اس طرح یہ صرف امام محمدؒ کا ہی خیال نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بھی ہے۔

۱۵/ جولائی ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"حضورؐ کے ساتھ برابری ؟" ۔ قرآن نے فرمایا۔ ینساء النبی لستن کاحد من النساء العلمین۔ (اے نبی کی بیویو ! تم ساری دنیا کی عورتوں کی جیسی نہیں ہو) جب سرکارؐ کی ازواج مطہرات دوسری عورتوں کے برابر نہیں تو پھر ان ازواج کے خاوند دوسرے مردوں کے برابر کیسے ہوں گے ؟

"شرک فی الحکم" ۔ بغیر حکم کے کام کرنا ------ ہم جتنے کام کرتے ہیں اس کو قرآن و حدیث کے حکم کے تابع سمجھ کر کرنا۔

"جائز کی حدود" ۔ خلق لکم مافی السموت والارض۔ (جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا) جتنی چیزیں ہیں ہمارے لئے ہیں۔ لیکن جب تک کسی خاص چیز کے متعلق ممانعت نہ آئے وہ جائز ہے۔

۱۶/ جولائی ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"خارجی" ۔ اصل میں خارجی پیدا ہوئے حاکموں کے ظلم و ستم اور خلاف شرع کام کرنے سے۔ اب رہا، وہ اپنی حماقت سے ایک چیز کو حرام سمجھتے ہیں اور ایک چیز کو حلال، یہ ان کی حماقت ہے۔

۱۷/ جولائی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

"روحانیت" ۔ ہمارے پاس یہ ہے کہ مذہب کا روحانیت سے راستہ

نکلتا ہے۔ "اس عالم کے سوا" روحانیت "بھی کچھ ہے"، تو بس چلا ترقی کرتے۔ (یعنی جس نے مادیت کے علاوہ روحانیت کی طرف بھی توجہ کی وہ ترقی کرتا ہے) ہمارے پاس مادہ بے علم ہے۔ "علم" کے ساتھ ہی ارادہ و قدرت بھی لگے ہوئے ہیں۔ (یعنی یہ سب روح سے ہیں)

"فضائل" ۔ (صحابہؓ کے بارے میں فرمایا کہ) فضائل مختلف قسم کے ہیں کسی کو ایک قسم کے اور کسی کو ایک قسم کے ------ قرآن نے کہا "رحماء بینھم"۔ بس اب میں کسی کی بات قبول نہیں کرتا کہ صحابہؓ کی لڑائی تھی۔ (مطلب یہ کہ دشمنی اور بدخواہی نہیں ہو سکتی۔ ہاں! اختلاف رائے ہو سکتا ہے)

"بنی ہاشم و بنی امیہ" ۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ حضرات ابو بکر و عمرؓ بنی ہاشم سے ہیں نہ بنی امیہ سے۔ ان کے زمانے میں کوئی جرم کرتا تو لوگ اس کی ذات تک ہی محدود رکھتے۔ لیکن حضرات عثمان و علی کے زمانے میں کوئی جرم و فساد ہوتا تو بنی ہاشم و بنی امیہ پر الزام لگاتے ------ ایک اور بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب جان لڑانے کا وقت آتا تو سب ایک ہو جاتے، پھر جب کھانے پینے کو خوب ملنے لگا تو آپس میں لڑائیاں بھی ہونے لگیں ------ سیاسی خیالات کے لوگ الگ ہوتے ہیں اور عدالت کے الگ۔ حضرات عثمان و علی دونوں عدالتی ذہنیت کے تھے۔ ثبوت ملے تو سزا دی جائے ورنہ شبہ کا فائدہ ملزم کو ------ معاویہ ضرورت سے زیادہ سیاسی آدمی، وہ ہوا کے اوپر سزا دیتے، ثبوت کی حاجت نہیں ------ لڑنا الگ چیز ہے، محبت کرنا الگ چیز ہے۔ کسی مسئلہ پر اختلاف رائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت علی سے معاویہ اکثر مسائل میں مشورہ لیتے ------ ہر ایک آدمی یہ سمجھ رہا تھا کہ اسلامی حکومت کو باقی رکھنے کی وہی ایک صورت ہے جو اس کے دل میں ہے۔

"جنگ جمل" ۔ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ بی بی عائشہ سے لڑائی ہوئی۔ حالاں کہ اصل میں حضرت علی اور زبیر بن العوام میں ہوئی۔ زبیر بن العوام سرکارؐ

دو عالم کے پھوپی زاد بھائی تھے، وہ بھی حضرت علی کے برابر تھے۔ ان کو آخر میں جب نماز پڑھ رہے تھے، تو کوئی آدمی مار ڈالا، اور آکر علیؓ سے بولا کہ "میں نے ایسا کیا"۔ تو آپ بولے "دوزخی ہے"، کیوں کہ یہ حدیث ہے۔

اللہ میاں نے اصل میں یہ بتایا کہ اسلام اپنی خوبیوں سے ترقی کرتا ہے، نہ کہ بنی ہاشم، بنی امیہ یا بنی عباس کی خوبیوں سے ؟

۱۹/ جولائی ۱۹۵۸ء روز شنبہ یکم محرم ۱۳۷۸ھ

"صحابہ میں اختلاف رائے سازش" ۔ اصل میں بات یہ تھی، یہودی اور مجوسی مسلمانوں کے کٹر دشمن بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن واہی تباہی اعتراض کرتے۔ انہیں حضرت علی نے تنبیہ کی کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر اور عمر محترم ہستیاں ہیں اگر کوئی انہیں گالی دے تو میں انہیں سزا دوں گا"۔ یہ اس خطبہ میں فرمائے جو آپ اپنے دور خلافت میں دے رہے تھے۔

"خلافت" ۔ خلافت میں اہم بات "تہذیب نفس" اور "اصلاح دل" ہے اس کے لئے خلافت دینی سرکار دو عالم سے سب کو بلا فصل ملی۔ حضرات ابو بکر و عمر و علی اور حسن و حسین یہ سب بلا فصل رسول اکرم کے خلیفہ ہیں۔

"نماز کا ترجمہ" ۔ امام اعظم نے کہا تھا کہ جب تک تم کو پڑھنا نہیں آتا، کم از کم فارسی میں تو نماز پڑھو۔ اسے ضایع نہ کرو۔ اس کا یہ مطلب کب ہے کہ ترجمہ سے پڑھنے کا فتویٰ دیا گیا ؟ یہ تو ایک عارضی اور مجبوری کی صورت ہے۔ اگر ایک گونگا نماز پڑھے تو اس کے پاس اشارہ ہے، اشارہ سے نماز ہو جائے گی۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔

۲۱/ جولائی ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۳/ محرم ۱۳۷۷ھ

"کوئی ہے !" ۔ یہ بات ظاہر ہے، جب بچہ پیدا ہوتا ہے، نہ اماں کو پہچانتا ہے نہ انا کو نہ باوا کو پہچانتا۔ مگر پیدا ہوتے ہی منہ پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتا

ہے۔ کیوں ؟ اس لئے کہ "کوئی ہے جو اس تکلیف کی حالت میں میری مدد کر سکتا ہے"۔ تکلیف کے دور کرنے کے واسطے "علم والا" ہونا بھی ضروری ہے، قدرت بھی چاہیئے اس کو۔ "مگر کوئی ہے" اتنا بھتا وہ۔ میں اس سے یہ استدلال کرتا ہوں کہ وہ "کوئی ہے" اتنا ضرور بھتا۔ پھر ترقی کرتے کرتے، آخر میں کیا ہوتا ہے؟ "اللہ ہے"، کیسا ہے، علم والا اور قدرت والا ہے۔ یہ نیچرل چیز ہے۔ (یعنی بچہ جو کچھ نہیں جانتا وہ فطرتاً اتنا تو جانتا ہے) اور جب آدمی کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اتنی ہی چیز پر اس کا قیام رہ جاتا ہے، کہ "کوئی ہے جو حیات، علم اور قدرت والا ہے" ------ بچہ کو فطری طور پر "کوئی ہے" کی تلاش رہتی ہے۔ لیکن اس فطری تلاش کے بعد جب کسی کو متعین کرتا ہے کہ "ماں" ہے، "باپ" ہے، "بادشاہ ہے"، وغیرہ تو یہ تعین ہی اس کی غلطی اور بعد (یعنی دوری) ہے۔

"یاقھار" ۔ "یاقھار"، میں کروڑ سے زیادہ پڑھا ہوں۔ مگر اس سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ مجھے تو میرے مرشد کا بتایا ہوا تھا، اس لئے فائدہ ہی فائدہ ہوا۔ نوسکھ آدمی پڑھیں تو اول دو سو (۲۰۰) مرتبہ پڑھنے کی عادت ڈالو، پھر زکوۃ دینا۔

۲۲/ جولائی ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۴/ محرم ۱۳۷۷ھ

"سرکارؐ پر جادو کی روایت جھوٹی ہے" ۔ ایک قوی روحانیت والا ہوتا ہے، ایک کمزور روحانیت والا۔ قوی روحانیت والے پر کمزور روحانیت والا خاک اثر نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھلا کوئی کیا اثر کر سکتا ہے؟ سرکارؐ تو سرکارؐ ہیں، میرے اوپر بھی کوئی اثر کرنے کی کوشش کرے تو نہیں ہو سکتا۔ کچھ پڑھے بھی تو کچھ نہیں ہو سکتا، سحر تو کدھر؟ کوئی آسیب زدہ میری آنکھ میں آنکھ ملا کر نہیں دیکھ سکتا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ سرکارؐ دو عالم پر سحر کا اثر ہوا تھا، سب جھوٹ، سب موضوع ---- میرے اوپر چلاؤ نا (یعنی جادو) ان کا ادنیٰ غلام ہوں۔ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھا تو اس کے اندر گھس جاتا ہوں ------ میں ہیچ پوچ۔ مگر ہیچ

پوچ کی بھی یہ حالت ہے، شیطان صورت کو نہیں دیکھ سکتا ------ وہ روایت ------ جھوٹ ہے روایت !! ۔ "بخاری" میں ہے ؟ "مسلم" میں ہے ؟ ۔ اد ادھر کی روایت لاکر تفسیر میں ڈال دیئے ۔ دو چیزیں یاد رکھو ! ایک روایت ہے ایک درایت ہے ۔ "عن فلاں عن فلاں" یہ روایت ہے ۔ مگر "عقل سلیم بولتی یہ نہیں ہو سکتا" یہ درایت ہے ۔ ہم کہاں مانتے !

"شر اور خلق" ۔ میں بولتا ہوں "شر" کے معنی "نہیں" کے ہیں ---- یہ پانچ انگلیاں خیر ہے ۔ غوث پاشاہ (حضرت قبلہ کے چھوٹے صاحبزادے) کا انگوٹھا کٹ گیا، اب چار انگلیوں سے وہ کام نہیں کر سکتے جو پانچ انگلیوں سے کر سکتے تھے ۔ تو اب "شر" آگیا ۔ کہاں سے آیا ؟ نہیں ہونے سے آیا ۔ کسی چیز کے ہونے سے "شر" کہاں سے آتا ؟ جو نہیں ہے، وہ مخلوق کیسے ہوگا ؟ کسی چیز کا نہ ہونا "شر" ہے، ہونا "شر" نہیں ۔ تو "نہیں" کو کون پیدا کرتا ؟ "نہیں"، پیدا ہونے کی چیز نہیں، "ہے" پیدا ہوتا ہے ۔ ایک چیز کے مقابل دوسری کو ملا کر دیکھنے سے جو چیز نہیں ہوتی ہے، وہ (نہ ہونا) "شر" ہے ------ **"من شر ما خلق"** ۔ میں جو تخلیق کا لفظ ہے وہ آپ کے اعتبار سے ہے ۔ ورنہ "شر"، "ہونے" کی چیز نہیں، سمجھنے کی بات ہے ۔ ناقص کو کامل سے مقابلہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے ۔ "تو جتنی چیزوں کو پیدا کیا ہے ان کے شر سے بچا" ۔ "خلق" کے معنی، جو تدریجاً (یعنی آہستہ آہستہ، درجہ بدرجہ) کمال کو پہنچتا ہے، یہ "عالم شہادت" ہے ---- اور "عالم امر" یعنی وہ جو تدریجاً نہیں بلکہ دفعتاً ہو جاتا ہے "کن" کے ساتھ ہی ۔

"النفثت، حاسد، الخناس" ۔ **النفثٰت** = ایک دو نہیں، جماعتیں دشمن ہو جاتی ہیں، آدمی جب ایمان لاتا ہے ۔ بہکانے والی، کان میں پھونکنے والی جماعتیں ۔ کان بھرنے والے ۔ کانا پھوسی کرنے والے ---- من شر النفثٰت = قرآن کی یہ آیت جادوگروں پر بھی صادق آتی ہے، اور ان کے شر سے بھی

یہاں پناہ مانگنا ہے۔(یعنی صرف بہکانے والی جماعتیں نہیں بلکہ جادوگروں کی ٹولیاں بھی اس کے معنیٰ میں داخل ہیں، اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس روایت سے ہے کہ سرکارؐ دو عالم پر جادو کا اثر ہوا) ------ اب ان بہکاؤں سے بچ کر نماز پڑھیں، نیک عمل کریں تو اب کیا ہوتا؟ حسد کرنے والے پیدا ہوتے ہیں۔ سب کفار حاسد ہیں۔ سب سے بڑے حاسد "ابلیس"۔ کسی کا کچھ نہیں چلا تو اب حسد کرنے لگے ------ "جن سے بھی بدتر ہوتا ہے یہ "ناس"۔ شیطان کی نہیں چلی تو اپنے دوستوں کو بھیجتا ہے، آپ کی صورت میں۔ یہ بات یاد رکھو! اللہ کی طرف سے جو خیال، خطرہ یا الہام آتا ہے وہ کسی کے ہٹانے سے نہیں ہٹتا۔ اور یہ جو بری بات سکھا کے بھاگ جاتا ہے وہ شیطان ہے۔ "وسواس الخناس"۔ پیچھے ہٹ جانے والے کے وسوسے۔

۲۳/ جولائی ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۵/ محرم ۱۳۷۷ھ

"هوالاول والاخر والظاهر والباطن" _ اول تو "احدیت" ہے آخر "واحدیت" ہے۔ الظاہر، "واحدیت" ہے۔ والباطن، "احدیت" ہے۔ یہ کیا بات کہ پہلے "احدیت" اور پھر "واحدیت" بولے، اور اس کے بعد "واحدیت" کو پہلے اور "احدیت" کو بعد لائے اس کا مطلب یہ کہ وہ ایک تھا، جی! اپنے کمالات بتانے کے واسطے "واحدیت" میں آیا، تنزل کر کے ہم تک پہنچا۔ تم ترقی کر کے اس تک پہنچو۔ تم ترقی کیسے کریں گے؟ ---- یہ تمام صفات کے جھگڑوں کو چھوڑو اور "واحدیت" سے "احدیت" کی طرف جاؤ۔ ---- جب تک یہ صفات کے جھگڑے نہ چھوڑیں اور احدیت کو نہیں جا سکتے۔

جس کا ہے اس کو دے دے
لازم رد امانت ہے
(حسرت صدیقی)

وہ "ھو" بنا، حلق سے، ہونٹوں تک آیا، اور تم ہونٹوں سے حلق تک پہنچو،

"وہ" بنو۔ ھوالاول والاخر = ھوھوالظاھر والباطن = وہ۔

۲۴/جولائی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۶/محرم ۱۳۷۷ھ

"تبت یدا ابی لھب کی تفسیر" ۔ عربی کا محاورہ ہے۔ مالی یدان = میرے دونوں ہاتھ نہیں۔ کیا بات؟ نفع حاصل کرنے کی قوت (یعنی سیدھا ہاتھ) ضرر سے محفوظ رہنے اور بچنے کی قوت (یعنی بایاں ہاتھ) ابوجہل = جہل والا۔ ابولھب = آگ والا، دوزخی ------ یہ "ابولہب" (کالفظ) کوئی سرکارِ دوعالم کے چچا کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ جو اسلام کے خلاف کام کرے گا، جو اسلام میں آگ لگانے کی کوشش کرے گا، وہ مراد ہے، کہ اس کی دونوں قوتیں بے نتیجہ ہوں گی۔ اللہ میاں جو بول رہے ہیں اس کے معنیٰ یہ بھی نکل سکتے ہیں کہ ہر وہ دوزخی جو اسلام کے خلاف کارروائی کرے گا، خواہ جارحانہ ہو یا دافعانہ، وہ بے کار ہوگی۔ وہ خود سراپا ہلاک ہوگا۔ اور جو بھی ایسا کرے گا، پیسے کے بل پر، اولاد کے بل پر اور جو کچھ بھی مال کے سوا کمایا ہے اس کے بل پر، تو وہ کچھ اسے کام نہ آئے گا۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ دنیا میں اس کی مخالفتیں اسلام سے جو تھیں، بیکار گئیں، اتنی ناکامی بھی کافی نہیں۔ بلکہ چوں کہ وہ لوگوں کو بھڑکاتا تھا اسلام کے خلاف اس لئے وہ بھی دوزخ کی بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ (عرب کا ایک واقعہ) ایک بیٹا، بہو کے سکھانے پر اپنی ماں کے ساتھ بدسلوگی کرتا تھا، تو وہ (ماں) اشعار لکھی ہے۔ (عربی میں) بہو بہ ظاہر خاوند سے کہتی ہے کہ "ارے! ماں کو ایسا نہ ستاؤ"، تو اس پر ماں کہتی ہے کہ "بہو۔ جلتی آگ میں چار لکڑیاں ڈالنے والی، یعنی لگائے بجھانے والی ہے"۔ تو اس مقام پر اس شاعرہ نے "حمالۃ الحطب" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ میں اسی محاورہ سے اس معنیٰ کی دلیل لیا۔ ورنہ ابولہب کی بیوی ام جمیل، بڑی مالدار تھی، جس کے متعلق خود قرآن، ما اغنی عنہ مالہ میں اشارہ ہے، وہ لکڑیاں لادنے کیوں چلی؟ وامرأتہ = ارے

وہ تو وہ، جو عورت کی صفت رکھتے ہیں، بظاہر مرد معلوم ہوتے ہیں مگر صفات کے لحاظ سے عورت ہیں۔ یعنی چغلی کھاتے ہیں، کان بھرتے ہیں، لگائی بجھائی کرتے ہیں، وہ بھی ناکام ہوگئے اور ان کی کوششیں ان کے گلے کا ہار ہو گئیں، مضبوط رسی نارے کی بن کر ان کے گلے میں پھانسی بن گئیں ---- **فی جیدھا حبل من مسد** ○ اس کی شرارتیں، اس کے گلے میں "نارے کی رسی" ۔ یہ اشارہ ہے کہ اس کی شرارتیں اسی کے گلے کا ہار ہو گئیں۔ (حضرت قبلہ سے پوچھا گیا کہ متقدین میں جو عربی میں تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں بھی کیا ایسے اشارے ملتے ہیں؟ تو فرمایا) بے شک ہیں۔ جتنی باتیں بولا ہوں، سب میرے دل کے لگائے ہوئے نہیں ۔ یہاں ایک بات ملی، وہاں ایک بات ملی۔ ان سب کو جمع کر دیا۔

۲۵/ جولائی ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۷/ محرم ۱۳۷۷ھ

"غفلت و فنائیت" ۔ ایک بات معلوم ہوئی کہ ہم اپنی طرف سے سوگئے تو "غفلت"، اور حکم ہوا "سوجاؤ" تو صرف تعمیل حکم ہی نہیں بلکہ وہ "فنائیت" ہے۔ کیا فرق ہے "فنائیت" اور "غفلت" میں؟ سونے سے پہلے غفلت رہتی ہے اور فنائیت سے پہلے "علم" رہتا۔ یاد رکھو، یہ بات! یہ رحم کا منڈان ہے۔ ہمارے اوپر غفلت بھی آئی تو یہ اس کے رحم کا تقاضا ہے۔

"حکیم و رحیم" ۔ صرف حکیم کہیں اللہ کو تو، "بس یہ کام اچھا ہی کیا"، کے معنی ہیں۔ رحیم ہے بولو! کیونکہ اس میں بھی کیا کیا فائدے ہیں، ہم کو معلوم نہیں۔ ایسا بولیں (یعنی رحیم) تو اس میں سے فائدے نکلتے ہیں۔

"یہ عالم کا منڈان جو ہے، مناسب ترین ترتیب پر قائم ہے" (یہ بات) ملنے ہے پھر مخالفت کرنے سے کیا فائدہ؟ بھلائی چاہتے ہو تو اس سے موافقت کرو۔ اس میں ایک بھی کڑی نہیں ہل سکتی۔ الف کی جگہ بے نہیں آسکتا۔

"زیادہ گوئی" ۔ بہت بولنا کمال نہیں ہے، کام کی بات بولنا کمال ہے۔

"تکلیف بھی رحمت" ۔ تکلیف میں سے مزا لوجی! تکلیف کو تکلیف کاہےکو سمجھ رہے ہیں؟ یہ بھی رحمت ہے۔

غزوات و سرایا، مدافعانہ نہ کہ جارحانہ؟ ۔ رسول اکرمؐ کو ممکن تکلیفیں دیں اور آخر یہ کیا کہ "ہم میں سے کوئی شخص حملہ کرے تو بنی ہاشم اس قبیلہ سے لڑنے تیار ہوں گے"۔ اس لئے ہر قبیلہ کا ایک آدمی اٹھے اور سب مل کر سرکارؐ کو قتل کرو۔ تو بنی ہاشم کتنے قبیلوں سے لڑیں گے؟۔ سرکارؐ کیا کئے! اس پر ریت اٹھاکے پھینکے اور ابو بکرؓ کے ساتھ نکل کر چلے گئے۔ اس کے بعد سرکارؐ کو ختم کرنے کے لئے انعام مقرر کردیئے۔ اب اس کے بعد جتنی لڑائیاں ہوں گی، واقعانہ ہوں گی نہ کہ جارحانہ؟ -------- سرکارؐ و ابو بکرؓ مکہ سے چلے گئے تو قریش نے پیروں کے نشانات پہچاننے والے کو بلایا۔ اس نے ابو بکرؓ کے پیر کے نشانات کو تو پہچان لیا لیکن سرکارؐ کے قدم کے نشانات کو نہیں پہچان سکا اور بولا اس دوسرے آدمی کے پیر کے نشانات ابراہیم کے پیر کے جیسے ہیں ------ ابو بکر اور سرکارؐ اونٹ پر سوار جارہے تھے۔ لوگ ابو بکرؓ کی بحیثیت مشہور تاجر کے جانتے تھے، سرکارؐ کو نہیں۔ تو لوگ ابو بکرؓ سے پوچھتے کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ "هاد يهديني"، یعنی راستہ بتانے والا ہے جو مجھے راہ بتاتا ہے۔ ابو بکر کا منشاء تھا راہ ہدایت اور لوگوں نے سمجھا سفر کا راستہ، میرا بتانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت بھی ابو بکر نے جھوٹ نہ کہا۔ "توریہ" کیا لیکن "تقیہ" نہیں کیا ------- جب سرکارؐ مدینہ جاکر رہے تو اطراف کے قبیلوں کے شریر جنہیں قریش اکسایا کرتے وہ مسلمانوں کے جانوروں کو بھگا لے جاتے۔ اب اگر اس کے نتیجہ میں جنگ ہو تو واقعانہ ہوگی یا نہیں؟ ------- قریش کا تجارت کا قافلہ شام جارہا تھا، اس ارادے سے کہ اس بار کی ساری آمدنی سرکارؐ کے خلاف لڑنے لگائی جائے۔ اب پیش از پیش اس کے خلاف تیار ہوئے اور اس کی روک کئے تو یہ واقعانہ ہے یا نہیں؟ ------- مدینے کے

ایک سردار قبیلہ حج کو گئے تھے تو ابو جہل نے کہا کہ "محمدؐ کو ہمارے حوالے کرو، ورنہ تم کو حج کرنے نہیں دیں گے"۔ تو سردار نے کہا کہ "تم اپنی سرزمین پر ہم کو نہ آنے دیں تو ہم بھی اپنی سرزمین سے تمہارے تجارتی قافلوں کو گزرنے نہیں دیں گے۔ اور جب قریش کا تجارتی قافلہ جانے لگا تو تین سو تیرہ مسلمان اپنی سرزمین مدینہ پر تھے نہ کہ دوسری زمین پر ؟ ------- قریش کے پاس اچھے ہتھیار اور ایک ہزار فوج، اور سرکارؐ کے پاس ۳۱۳ مسلمان جو پوری طرح مسلح بھی نہیں۔ تو اب جارحانہ اقدام کس کا ہے ؟

۲۶/ جولائی ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۸/ محرم ۱۳۷۷ھ

"جنگ احد کا ذکر" ۔ جنگ احد میں بی بی عایشہ پانی کی چھاگل لئے ہوئے زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ لڑائی فیصلہ کن نہیں رہی بلکہ دونوں میں سے کسی کو بھی فتح یا شکست نہیں ہوئی۔ ابو کبشہ دائی حلیمہ کے شوہر کا نام ہے اور ابو سفیان نے رسول اکرم کو جنگ احد میں سرکارؐ کو اس طرح پکارا کہ "کہاں ہے ابن ابی کبشہ ؟" پھر اس نے "ابن ابی قحافہ" کو پکارا پھر "ابن خطاب" کو۔ لیکن سرکارؐ نے سب کو خاموش رہنے کے لئے کہا تو کسی کا جواب نہ سن کر ابو سفیان نے نعرہ مارا۔ اعل ھبل۔ یعنی ہبل بت کا بول بالا۔ اس پر حضرت عمر سے نہ رہا گیا اور پکار اٹھے کہ "مردود سرکارؐ بھی ہیں ابو بکر بھی اور میں بھی"۔ اس سے میں یہ استنباط کیا کہ ابو سفیان بھی یہ سمجھتا تھا کہ یہ تین ہستیاں اہم ہیں جو بقائے اقتدار کی اہل ہیں۔

"خلفائے راشدین کے زمانوں میں حالات کا فرق اور اس کے اسباب" ۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں امن اور عثمانؓ و علیؓ کے زمانہ میں فساد کی چند وجوہات تھیں۔

۱۔ پہلے دونوں خلفاء نہ بنی ہاشم سے تھے نہ بنی امیہ سے۔ اور بعد کے دونوں کا تعلق ان دونوں سے تھا (یعنی قبائل بنی امیہ و بنی ہاشم) اس سے کسی کا جرم بھی بنی

ہاشم اور بنی امیہ سے متعلق کیا جاتا اور اقربا نوازی کا الزام آتا۔

۲۔ پہلے دونوں کا دور جنگ کا تھا تو دشمن کے مقابل سب آپس میں متفق تھے۔ بعد کے دونوں کا زمانہ زیادہ تر (بیرونی) امن کا تھا تو خانہ جنگیاں پھوٹ پڑیں۔

۳۔ بعد کے دونوں کے دور میں زیادہ ممالک فتح ہو کر ہر قسم کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اور پہلے دونوں کے زمانے میں صرف ایسے لوگ تھے جو سرکارِ دو عالم کی صحبت میں تربیت پائے ہوئے تھے۔

۴۔ پہلے دونوں کے زمانے میں مشورہ کو بہت زیادہ اہمیت تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن عباس جو حضرت عمر کو وضو کراتے تھے اور بچے تھے، ان سے بھی حضرت عمر رائے لیتے تھے۔ بعد کے دونوں اصحاب کے زمانے میں مشورے کی اہمیت باقی نہ رہی تھی، تو لوگ اسی بات سے مخالف بنے کہ ہم سے مشورہ ہی نہیں لیا جاتا اور شخصی حکومت چل رہی ہے۔ پہلے باوجود شخصی حکومت ہونے کے ایک قسم کی جمہوریت تھی ---- رحماء وبینھم کا حال یہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے مشورہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت علی نہ تھے تو فرمایا۔ قضیۃ ولا ابالحسن۔ ایک مقدمہ ہے اور ابوالحسن (علیؓ) نہیں ہیں۔

۲۷/ جولائی ۱۹۵۸ء روز یکشنبہ ۹/ محرم ۱۳۷۷ھ

"طبیعت کا تنوع" ۔ انسان کی طبیعت میں جدت ہے (تنوع ہے) اگر دن ہی دن ہو تو تباہی، رات ہی رات ہو تو تباہی۔ اس لئے خدا کی قدرت کو دیکھو کہ کس طرح دن رات کو ملاتا جاتا ہے۔ تمہاری طبیعت میں جدت ہے اس لئے ہر لحظہ ایک نئی شان، میں رکھتا ہوں۔ (گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے) ۔ میں بھی ہر لحظ نئی شان میں رہتا ہوں۔ اور تم کو بھی رکھتا ہوں ------ ہمیشہ حرکت ہو تو آدمی جل جاتا ہے۔ کیوں کہ حرکت گرم ہے۔ ہمیشہ سکون بھی، ٹھنڈک ہے۔ دونوں باعث موت ہیں۔

"رب" ۔ (رب) پرورش کرنے والا، ہر ایک کو اس کے کمال ذاتی تک پہنچانے والا۔ ہم مر بھی جائیں تو یہ مرنا بھی ایک کمال ہے۔ مرنے سے کمالات اور ارتقاء کا خاتمہ نہیں ہوتا۔

"خالق" ۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ خالق کل شیئی۔ یعنی ہر آن ہر لحظہ خلق کرنے والا ہے۔ "یخلق" ہوتا تو ایک وقت کے لئے محدود ہوتا۔ میں تو بول رہا ہوں کہ خالق کل شیئی ہونے کی وجہ سے ہر شئے کو اس کے لایق شکل بھی دی چیونٹی کو اس کے لایق، سانپ کو اس کے لایق۔

"آیت" ۔ ہمارے پاس ہر چیز آیت ہے آیات اللہ میں سے۔ ایک ایک لحظہ جو ہم پر گزر رہا ہے، ایک ایک بات جو ہم کر رہے ہیں، یہ سب آیت ہے۔

"رازق" ۔ "رازق" ایسا کہ ہر ایک کو اس کے لایق رزق دیا۔ چیونٹی کو اس کی مناسبت سے، شیر کو اس کی مناسبت سے، غلاظت کے کیڑے کو اس کے اپنے لایق دیتا ہے۔ اس کیڑے پر عرق گلاب ڈالو وہ مر جائے گا۔

"موالحی" ۔ موالحی = وہی بالذات زندہ ہے، حیات ہے تو اسی کے لئے ہے ------ میرے پاس تو یہ ہے، حرکت بالذات خدا کے سوا کسی کے پاس ہے ہی نہیں۔ کوئی ہل نہیں سکتا میاں! خدا کے پاس سے جب تک حرکت نہ آئے۔

"اخلاص" ۔ مخلصین له الدین۔ اخلاص مندی سے اسی سے مانگو۔ "اخلاص مندی" کیا؟ یہ کہ اس کے سوا کوئی بالذات نہیں۔

"اسلام" ۔ اَن اُسلِم = کہ اسلام لاؤں۔ یعنی اپنے آپ کو اس کے (خدا کے) حوالے کر دوں۔ (وامرت ان اسلم لرب العالمین ○)

"اللہ کے پاس سدھارے" ۔ لوگ سمجھتے ہیں، اللہ میاں بگاڑتے بھی ہیں سدھارتے بھی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں ان کا بگاڑنا بھی سدھارنے کے لئے ہے

لیونکہ ہمارے پاس ارتقاء ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہیں کہ "اچھی چیز جاکر تکلیف آئی"۔ حالانکہ اس سے جو اچھی چیز آرہی ہے (یعنی سدھار) اس کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ خرابی کیا ہورہی ہے؟ آنے والی چیز سے واقف نہیں ----- گئی سو چیز کو کیا لے بیٹھا ہے۔ اب آنے والی چیز میں کیا بھلائی ہے اس کو سمجھ! اس کا شکر ادا کرنا۔ نہیں کئے تو تکلیف تو رہے گی مگر وہ جاتا نہیں۔ راضی ہوگئے تو تم کو راحت ہے۔

تراب = سخت مٹی کو نہیں بولتے بلکہ باریک باریک کھلی، ہبا منثوراً، کو کہتے ہیں (تراب سے یہی ذرات جواہر مراد ہیں)

۲۸/ جولائی ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۱۰/ محرم ۱۳۷۷ھ

"جنگ احزاب، حدیبیہ۔ فتح مکہ، جنگ طائف" ۔ جنگ احزاب = قریش کئی قبیلوں کو لے کر حملہ آور ہوئے اور وہ یہودی قبائل جن کو معاہدہ کی بناء پر مسلمانوں کا ساتھ دینا لازم تھا وہ بھی، یہ سمجھ کر کہ اتنے کفار کا مقابلہ چند مسلمان کیا کر سکیں گے، وہ بھی کفار سے مل گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے خندق کھود کر فوجی تیاری کر لی۔ تیز بارش ہوئی جتنے ڈیرے تھے سب گر گئے۔ مدینہ والے تو مکانات میں تھے اس لئے وہ محفوظ رہے۔ "احزاب" اس لئے کہتے ہیں کہ کئی قبیلے اس میں شریک تھے۔ "احزاب" بہ معنی قبائل۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک دونوں خاموش رہے۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم میں لڑتے نہ تھے اور سب کو حج کرنے کی اجازت تھی۔ اس قاعدے کے تحت سرکار نو سو (۹۰۰) آدمی لے کر حج کو گئے۔ لیکن کفار قریش نے حج نہ کرنے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس اونٹنی پر بیٹھے تھے وہ بیٹھ گئی۔ سرکارؐ فرمائے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں اس وقت لڑنے کی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ ہوگئی ------- ایک قبیلہ مسلمانوں کا حلیف تھا دوسرا کفار کا۔ مسلمانوں کے حلیف قبیلہ پر مخالف قبیلہ نے حملہ کیا تو قریش نے بھی ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ پر ظلم کیا۔ انہوں نے پکارا "یا محمدؐ!" تو سرکار وہاں سے

دس منزل دور تھے ۔ حدیث میں ہے کہ سرکار نے فرمایا لبیک لبیک ۔ میں تمہاری مدد نہ کروں تو خدا میری مدد نہ کرے ۔ یہ کہہ کر خاموشی سے دس ہزار فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ کسی کو خبر نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں ۔ ایک بدر کے صحابی نے راز میں مکہ والوں کو چٹھی سے خبر کی کہ مسلمان حملہ کرنے والے ہیں ۔ لیکن وہ چٹھی پکڑی گئی ۔ لیکن ان صحابی سے بدلہ نہیں لیا گیا (ان سے عذر سن کر سرکارؐ نے درگزر کر دیا) راستے میں مزید دو ہزار فوج آملی ۔ اس وقت خالد بن ولید بھی مسلمان ہو چکے تھے ------ حضرت عباسؓ ابھی مکہ میں تھے ۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اسلام کسی کو زبردستی ہجرت کا حکم نہیں دیتا ۔ ہر ایک کے مصالح اور ضروریات ہیں ------ احد میں حضرت حمزہؓ کے قتل پر سرکارؐ کی زبان سے غصہ کی حالت میں نکلا تھا کہ "میں حمزہ کے بدلے میں ستر آدمی ماروں گا" بعد میں قرآن میں آیا کہ "ایک کا بدلہ ایک، یہ ستر کیوں" لیکن چونکہ سرکارؐ کی زبان سے نکل چکا تھا اس لئے فتح مکہ میں ستر آدمی مارے گئے ۔ اس طرح کہ سرکارؐ تو قتل اور جنگ سے سب کو منع کر چکے تھے لیکن خالد بن ولید چونکہ مکہ کی دوسری سمت تھے ان تک حکم نہ پہنچا تھا ۔ وہ جس دروازے سے مکہ میں داخل ہوئے اس جھگڑے ہی میں ستر مارے گئے -------- حضرت عباس رات کے وقت ابو سفیان کو فتح مکہ سے قبل شہر سے باہر لا کر ملائے اور فرمایا کہ اس کو عزت دیجئے ۔ سرکارؐ نے فرمایا "جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امن" ابو سفیان نے کہا کہ "میرے گھر میں کتنے آئیں گے ؟" تو سرکارؐ نے کہا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اس کو امن ۔ ابو سفیان نے کہا "اکثر لوگ کام کاج کے لئے باہر نکل چکے ہوں گے" ۔ سرکارؐ نے فرمایا جو ہتھیار ڈال دے اس کو امن ------ جنگ طائف ہوئی جس میں مسلمانوں نے بڑے بڑے گاڑے (برج نما بڑے ٹھیلے یا رتھ) بنائے جن پر فوج محفوظ فصیل تک آگے بڑھی اور قریب جا کر فصیل پر چڑھ گئے اور دست بدست لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی ------ سرکارؐ کے باڈی گارڈ میں

دو ہزار فوج تھی۔ بارہ ہزار فوج تمام اسلحہ سے لیس تھی۔

۲۹/ جولائی ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۱/ محرم ۱۳۷۷ھ

"نسبت محبت کی بھی، عداوت کی بھی" ۔ ہر شخص اپنی نسبت کو دیکھتا ہے ---- لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ صرف محبت کی نسبت ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ عداوت کی بھی نسبت ہوتی ہے۔

"فتح مکہ" ۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا ○ ----- یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے، وہ یہ کہ ابرہہ نے بیت شریف کو تباہ کرنے فوج بھیجی تھی خدا نے اپنے گھر کی حفاظت کے لئے جو سامان لایق تھا جمع کیا۔ تو ان مکہ والوں کے خیالوں میں یہ بسا تھا کہ خدا کے گھر پر کوئی دشمن خدا فتح نہیں پاسکتا۔ لیکن جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو مکہ والے، سرکارؐ کو حق پر سمجھنے لگے۔

"تسبیح و تحمید" ۔ "تسبیح" (سبحان اللہ) "تحمید" (الحمدللہ) دونوں ہوں کیوں کہ "تسبیح" تمام عیوب سے پاکی ہے اور "تحمید" میں خوبیوں سے اتصاف (متصف کرنا) ہے۔

"تسبیح، تحمید اور استغفار" ۔ فسبح بحمدک ربک واستغفرہ ○ لاکھ تسبیح و عبادت کے بعد بھی اس کے لایق ہمارا کام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے حکم ہوا کہ استغفار کرو، اور کہو کہ "تیرے لایق تو کچھ نہ کر سکا البتہ یہ میری نااہلیت کے لایق ضرور ہے"۔

"قدیم زمانے کی جنگ" ۔ اول زمانے میں ایسا تھا کہ جنگ کا جو ہیرو (Hero) ہوتا، وہ مارا جاتا تو جنگ ختم ہوجاتی تھی۔

"غزوہ و سریہ" ۔ "غزوہ" وہ جنگ جس میں خود سرکارؐ شریک تھے۔ اور جس میں صرف فوج بھیجی جاتی وہ "سریہ" کہلاتی ہے۔

۳۰/ جولائی ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۲/ محرم ۱۳۷۸ھ

"خواب، تعبیر اور عالم تشبیہ"

"رویائے صادقہ" ایسے خواب ہیں جو جیسے نظر آئیں ویسے ہی وقوع میں آئیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کا خواب، اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا اور وہ خواب جو سچ تو ہوں لیکن تعبیر طلب، تو وہ رویائے صادقہ نہیں کہلائیں گے۔ جیسے حضرت یوسفؑ کا خواب کہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ سچ ہوا، لیکن تعبیر طلب تھا۔

ایک چیز واقعی ہے، اس کو واقعہ کے مطابق بھی بیان کر سکتے ہیں اور اس کو تشبیہ میں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ دونوں بیان ہیں واقعی ----- (یہی حال خواب کا بھی ہے) ----- خواب کی تعبیر دینے کے لئے، دیکھنے والے کے اپنے خیالات اور اس کے محاورات زبان، اس کے زمانے اور ماحول کی ذہنیت کے مطابق تعبیر دی جائے گی ---- ایک ہی قسم کا خواب دو اشخاص دیکھیں، تو بھی ان کی تعبیر ہر ایک کے شخصی حالات کے مطابق الگ ہوگی۔ جس شخص کا نفس جتنا خاموش اور اپنی طرف سے تکے لگانے والا نہ ہوگا، اس قدر اس کا خواب واقعہ سے قریب ہوگا۔

میں تو یہ کہتا ہوں "خدا کے سوا جو کچھ ہے سب تشبیہ، اور تعبیر طلب ہے" "حبیب علی" میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ میں بول رہا ہوں کہ "حبیب علی صاحب ایسے ہیں" بول کے۔ یہ جو نظر آ رہا ہے، اصل میں حبیب علی صاحب کی تعبیر ہی اس شبیہ میں نظر آ رہی ہے ----- "احدیت ذات" تو دیکھی ہی نہیں جا سکتی۔ اب جو کچھ آپ دیکھیں، صفات کو دیکھیں گے، حالات کو دیکھیں گے۔ اور وہ بھی کیسا دیکھیں گے؟ "تشبیہ میں"۔ اس لئے جو کچھ ہے، مرئی ہے، وہ تشبیہ ہے نہ کہ تنزیہہ؟ ------ حبیب! آپ اتنی نزدیک سے دیکھے تو کچھ اور دکھائی دیتے اور دور سے دیکھے تو کچھ اور اب کس کو معیار بنانا؟ ----- حبیب! میں آپ کو بھی، جیسے آپ ہیں ویسا نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ آپ تشبیہ میں ہیں۔ تشبیہ میں جیسے ہیں ویسا کہاں رہا؟

"عالم تشبیہ" اور "عالم شہادت" میں فرق یہ ہے کہ عالم شہادت کی تشبیہ کو سب دیکھ سکتے ہیں، اور عالم شہادت میں دیکھے بھی تو کیا دیکھے ؟ ان کی "اجمالی تشبیہ" کو۔ تفصیل کو خود وہ (یعنی حبیب علی) بھی نہیں دیکھے۔ صرف خدا جانتا ہے ان کی تفصیل کو۔ آپ میں پچیس برس میں کتنی تبدیلیاں ہوئیں ؟ وہ سب میرے علم میں کہاں ؟ اب جو حالت ہے وہ دیکھ رہا ہوں بس۔

"ما" کے معنیٰ سورہ "الکافرون" میں ۔ "ما" تین قسم کا ہوتا

ہے (۱) نفی، ما = نہیں۔ (۲) موصول، ما = جو (۳) مصدری، مایفعل = یعنی وہ فعل۔ میں دو جگہ میں دو معنی لے رہا ہوں۔ دوسرے لوگ دونوں جگہ ایک معنی لیتے ہیں "لا اعبد ما تعبدون" "تم جس کی عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کرتا"، موصول ------ "ولا انا عابد ما عبدتم"، "اور میری عبادت الگ قسم کی ہے تمہاری عبادت الگ قسم کی ہے"، مصدری -------- دوسرے لوگ دونوں جگہ "موصولی" معنی لیتے ہیں ------- (۱) میں اس کی عبادت نہیں کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو (۲) میں اس کی عبادت کرنے والا (کبھی) نہیں ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ دونوں موصول ------ (حضرت قبلہ نے یوں معنی لئے) "میرا طریقہ عبادت الگ ہے تمہارا طریقہ عبادت الگ" اور پہلی آیت کے معنیٰ "تمہارا معبود الگ میرا الگ"۔ معبود کے معنیٰ "موصول" سے اور طریقہ۔ عبادت کے معنیٰ مصدری سے ہوتے ہیں ------- میں بولتا ہوں کہ کہی ہوئی بات کو دوبارہ بولنے میں بہتر یہ ہے کہ نئی بات بولیں (اللہ کے کلام سے بڑھ کر بلیغ اور خوبیوں کی حامل کس کی بات ہو سکتی ہے ؟ اس لئے پہلی آیت میں جو بات کہی گئی، دوسری آیت میں دوبارہ وہی بات کہنے سے زیادہ خوب تو یہ ہے کہ اس میں کوئی نئی بات کہی جائے) میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ وہ معنے غلط ہیں، وہ بھی صحیح ہیں۔

۳۱/ جولائی ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۳/ محرم ۱۳۷۷ھ

"احسان کرنے والے کو زیادہ محبت ہوتی ہے" ۔ محسن کو محسن الیہ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔اسی طرح ماں باپ کو بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت بچوں کو ماں باپ سے۔

"بزرگوں اور مرشد کی اولاد سے محبت اور خدمت" ۔ہم کو جو کچھ ملتا ہے، شہزادوں کی محبت سے ملتا ہے۔میں آپ کے بچوں کو چاہوں گا تو نیچرل طور پر آپ کو بھی چاہوں گا۔اور آپ بھی مجھے چاہیں گے ------"میں بھی مشائخ ہو گیا"، یہ خیال دل سے نکالو۔ بھیک پر جیتے ہیں ہم (یعنی اپنی بزرگی اور مشیخت کا خیال پیدا ہونا فیض سے محرومی ہے)

ڈاکٹر قاسم علی رات کی رات فقیر پاشاہ کے لئے ایمبولینس لے کر گھر گئے ------ شاہی اعزاز اور منصب ایسے ہی وقت ملتا۔ورنہ روز کے کام سے تو یہ روپیہ دو روپیہ مزدوری مل جاتی ہے اور بس۔ ------ کوئی بڑا کام ہوتا، وہ کام کئے تو جاگیر ملتی، منصب ملتا، سب ملتا۔(ڈاکٹر قاسم علی صاحب حضرت قبلہ کے مریدین سے ہیں اور فقیر پاشاہ حضرت خواجہ میاںؒ کے چھوٹے صاحبزادے اور حضرت قبلہ کے داماد ہیں)

"شک اور یقین" ۔ابو بکر صدیقؓ کو شک کبھی نہیں آیا اور ابو جہل ہشام کو یقین کبھی نہیں آیا۔

"سورۃ الکوثر کا پس منظر" ۔رسول اکرمؐ کا ایک کٹر دشمن تھا، ولید ابن مغیرہ۔ولید کہتا کہ ان کو (یعنی سرکارؐ کو) اولاد تو ہے نہیں، آدمی کا نام رہتا اولاد سے ------ یہ سب نام چار دن کا ہے ------ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا اعطینک الکوثر"۔ہم نے تم کو بہت کچھ دیا۔کیا دیا؟ اسلام دیا، تم کو پیغمبر بنایا۔تمہاری تعلیم کل قیامت کے دن کوثر کی شکل لے کر تسکین دے گی۔ عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھے کہ "کیا کوثر کے معنی حوض ہیں؟" جواب دیا کہ "

میں وہ بھی شامل ہے"۔ کوثر یعنی بہت کچھ۔ ہمارا خیال ہے کہ "ہم نے تم کو بہت کچھ دیا۔ تم خود کوثر ہو"۔ ولید کے جواب میں اللہ نے فرمایا۔ انا اعطینک الکوثر۔ اولاد اس لئے باقی رہنا کہ نام باقی رہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صرف اولاد یا سادات سے ہی باقی نہیں، بلکہ نماز پڑھ کے دیکھو اور قربانی کر کے دیکھو! (یعنی حج) "فصل لربک وانحر"۔ لاکھوں آدمی اس میں رسول اللہ کا نام لیتے ہیں ------ صرف نماز اور قربانی (حج) کا ذکر کیوں ہے؟ ---- زکوۃ چھپے طور پر دیتے ہیں اور روزہ تو نظر ہی نہیں آتا۔ ان دونوں کے مظاہرے سے تو روکنا ہے۔ تو پھر مظاہرہ کرنا کس کا؟ نماز کا، قربانی (حج) کا ---- "ان شانئک ھوالابتر"۔ تمہارا بدخواہ (ولید) ہی دم کٹا یعنی بے اولاد ہے۔ میں تو یہ بول رہا ہوں میاں! ولید کا نام آج تک جو ہم لے رہے ہیں، وہ صرف اس دشمنی کی نسبت کی وجہ سے جو اسے سرکارؐ سے تھی۔ نسبت صرف محبت کی ہی نہیں دشمنی و نفرت کی بھی ہوتی ہے (دشمنی کی نسبت پر اتنا نام ہے تو سرکارؐ سے محبت کی نسبت رکھنے والوں پر سرفرازی کا کیا حال ہوگا؟)

"دوسرے انبیاء اور حضورؐ کے معجزوں میں فرق!"

دوسرے پیغمبر محدود وقت کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ اس لئے ان کے معجزے بھی مخصوص وقت کے لئے مشاہدہ تھے اور بس۔ لیکن سرکارؐ قیامت تک کے لئے پیغمبر ہیں اس لئے ان کا معجزہ "قرآن" ہے جو قیامت تک کے لئے معجزہ ہے۔ اور اس کا اعجاز ہمیشہ نظر آتا رہے گا۔

یکم اگست ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۴/ محرم ۱۳۷۷ھ

"سورہ "الماعون" کی وضاحت"

دین = اللہ کی اطاعت کرنا اور دوسرے معنیٰ "جزا" ------ دنیا کے تمام کام قانون "مجازات" پر ہیں۔ (مجازات یعنی ایک دوسرے کا بدلہ ہونا) اس قانون کی حالت یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ

ہو رہا ہے، ایک معلول ہے ایک علت ہے۔ "معلول" کو جزا کہہ لو۔ جو شخص جزا کا قایل نہیں وہ خدا کا بھی قایل نہیں۔ اگر اسے عقل ہوتی تو دنیا پر غور کرتا اور دیکھتا یہ "قانون مجازات" سب جگہ ہے۔ جو "قانون مجازات" کا قایل نہیں اپنے کو شتر بے مہار اور بے ناتھی کا بیل سمجھتا ہے، وہ جو کچھ برا کام کرے کم ہے۔ اس قانون کو نہ مانیں تو ایک دوسرے کی مدد وغیرہ سب موقوف۔ کیوں کہ کسی کی مدد کوئی کرتا ہے تو اس لئے کہ دوسرا بھی کبھی اس کے کام آئے۔ (الذی یکذب بالدین = وہ جو قانون مجازات کا قایل نہیں)

طعام = کھانا کھلانا، مدد دینا، مدد کرنا۔ علی طعام المسکین = ضرورت مند کو مدد دینے پر ------ "قانون مجازات" کوئی آخرت سے خاص نہیں، یہاں دنیا میں بھی ہے۔ تم کسی کی مدد نہ کرو تو دوسرا بھی تمہاری مدد نہ کرے گا۔ مسکین = سکون سے ہے، عاجز۔ ولا یحض علی طعام المسکین۔ خود تو کیا خاک، مٹی دے گا، دوسرے دینے والے کے سامنے ہونٹ بھی نہیں ہلاتا، سفارش کر کے عاجز کی مدد نہیں کرتا۔

الذین ھم یرآؤن۔ وہ جو دکھانے کو عمل کرتے ہیں۔ تم اکیلے نماز پڑھے تو کس طرح پڑھتے ہو؟ اور امام بنے تو کس طرح؟ یہ جو مخارج کا خیال رکھ کر لوگوں کے سامنے پڑھے تو اس کے پیچھے لوگوں سے داد طلبی ہے اور مل گئی اس کی جزا۔ اب اللہ کے پاس سے کون سی جزا کی امید ہے؟ ------ ماعون۔ مدد۔ ایسی چیزیں جن سے ایک دوسرے کو مدد ملتی ہے۔ جب تم انکار بھی دوسروں کی ضرورت پر دینے آمادہ نہیں، تو تم اللہ سے کیا مانگتے، کیا لیتے ہو؟

ایک، "نہیں دینا" ہے۔ ایک یہ کہ کوئی اچھا کام کر رہا ہے، کسی کو کچھ دے رہا ہے تو اس سے روکے ------ نہ آپ اپنی مدد کرتے (اچھے کام کر کے) نہ دوسروں کی مدد کرتے۔ مدد کا راستہ ہی مارا گیا ------ ویمنعون

الماعون ○

"دین اور جزا" ۔ جو "دین" یعنی جزا سزا (قانون مجازات) کا قایل نہیں ہوتا وہ "دین" بہ معنی ایمان کا بھی قایل نہیں ہوتا۔

ایک بات یاد رکھو! جاز اک اللہ نہیں کہتے، جزاک اللہ کہتے ہیں۔ تم کچھ کرے اور وہ کچھ کرے تو یہ "مجازات" ہے۔ اللہ کے پاس "مجازات" نہیں، اللہ کے پاس "جزا" ہے۔

"اللہ کا رحم" ۔ ایک بات یاد رکھو! اللہ کا رحم دو قسم کا ہے۔

(۱) ابتدائی = آپ کو ہم کو پیدا کیا، مواد عطا کیا اس سے ہم فائدہ اٹھائے۔ یہ "رحمت امتنانی" ہے، بغیر کسی معاوضہ کے۔ (۲) ایک "رحمت وجوبی" ہے، یعنی اچھا کام کئے تو اس کا بدلہ۔ یہ نہیں کہ تم ہمارے بندے تھے، کئے (معاوضہ کس بات کا؟ ایسا فرمانے کا حق ہے اللہ تعالیٰ کو۔ لیکن اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ حق نہیں جتلاتا) ------- ہم پر پہلا احسان ہی لاجواب تھا۔ کھانا، پانی، زندگی، غرض تمام چیزیں "رحمت امتنانی" ہیں۔ اب اچھا کام کئے تو پھر اس کا بدلہ دے گا، یہ "رحمت وجوبی" ہے۔ اول بھی احسان آخر بھی احسان۔

۲/ اگست ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۵/ محرم ۱۳۷۷ھ

"خواب کی اقسام اور ان کی تعبیر" ۔ "خواب" ہوتا کتنے قسم کا؟ اور کون سا خواب صحیح اور رویائے صادقہ اور کون سا تعبیر طلب اور کون سا "اضغاث احلام" ہوتا ہے؟ ------ ہمارا خیال یہ ہے، خواب عالم علوی میں سے بھی آتا اور خواب، صبح سے شام تک جیسا بے کار خیالات پکاتے رہتے، ویسا ہی خواب بھی ہوتے ہیں (اضغاث احلام) اور بعض خواب ہمارے اندر سے اٹھتے ہیں۔ اخلاط کا اثر ہوتا ہے ایک خواب عالم علوی سے آتا اور خیال میں اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ جیسا اللہ کے پاس سے آیا تھا ویسا ہی خیال میں پھیلے تو وہ "رویائے صادقہ" ہوا۔ اور اگر خواب اوپر

سے تو آیا، مگر اس کی تفصیل تشبیہ اور استعارے میں ہوئی تو مشبہ اور مشبہ بہ میں جو مناسبت ہوتی ہے، اس سے معبر واقف ہونا چاہیے۔ اس زمانے کے حالات کیا ہیں؟ محاورے کیا ہیں؟ (یہ تعبیر طلب خواب ہیں) ------ بعض وقت خواب اوپر سے تو آیا، مگر اس کے شروع یا آخر میں دل کے تکے بھی لگ گئے۔ تو اب معبر ہوشیار رہنا چاہیے اور پہچان لینا کہ اتنا عالم علوی کا ہے اور اتنا دل کے تکے -------- ہونٹ پر انگلی رکھ کر اشارہ کئے تو اس کے معنے "چپ!" کے ہو سکتے ہیں یا "خاموش بیٹھو" یا "شور نہ کرو" کے وغیرہ۔ اب یہ اشارہ جس نے خواب میں دیکھا، اس کے خیالات، اس کے محاورات کے لحاظ سے تعبیر دی جائے گی ---- ایک ہندوستانی کتے کو خواب میں دیکھے تو یہ بدگمانی کی مثال ہے اور کسی یوروپین نے اگر کتے کو دیکھا (خواب میں) وہ وفادار ساتھی کی مثال ہے۔ مسلمان دیکھے تو نجس کی مثال ہے۔ کتے بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے جاسوس کتے کی شکل میں نظر آیا ہو۔ ممکن ہے کہ انگریزنی کو اس کا بدمزاج خاوند کتے کی شکل میں نظر آیا ہو۔ ایک آدمی سانپ دیکھے (خواب میں) اور وہ دولت مند ہے تو چونکہ دولت پر سانپ بیٹھتا ہے، اس لئے وہ دولت سے تعبیر لے گا۔ اور ایک شخص دشمنوں میں پھنسا ہے وہ سانپ دیکھے اس سے دشمن مراد ہے ------ ابن سیرین کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ اذاں دے رہا ہے تو انہوں نے کہا "تو چور ہے" دوسرے صاحب نے دیکھا کہ اذاں دے رہے ہیں اور وہ متقی پرہیزگار تھے تو ان کو فرمایا کہ اللہ تم کو حج نصیب کرے گا۔ اور ان کی تنبیہہ اس بات سے ہوئی کہ اذن فی الناس بالحج (آیت قرآنی) ------ مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ وہ اذاں دے رہے ہیں اور چور نہیں ہو سکتے اور حج بھی کر چکے تھے اور وہ بہت ضعیف تھے۔ میں نے ایک شاعر کے محاورے سے استدلال کیا اور تعبیر دی کہ ان کا انتقال ہو جائے گا۔ ایسی قرآن کی آیت یا ضرب المثل یا شعر جو تعبیر کی طرف اشارہ کرے وہ "منبہ" (یعنی

تنبیہ دینے والا خبردار کرنے والا) ہوتا ہے ------ ایک آدمی بیمار ہے۔اب وہ خواب دیکھا تو کیسا دیکھتا ؟ بیماری کو دیکھتا، اضطراب اور بے قراری کی حالت میں جو خواب پڑتا ہے وہ برابر نہیں رہتا ------ بعض خواب صحیح ہوتے ہیں لیکن اس پر اس کا دل حاشیے لگاتا ہے، اور اس طرح خلط ملط ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ خواب اس شخص کی مرضی کے مطابق نہ تھا۔یہی حال کشف کا بھی ہے۔ کشف میں ایک علم آیا۔ کہاں سے ؟ اپنی مرضی کے مطابق بنائے یا اوپر سے آیا ؟۔اس میں بھی استعارے، تشبیہات ہوتے، اس میں بھی دل کے تکے واہی تباہی ہوتے ہیں۔

"سماج کے کاموں کی تقسیم اور ذاتیں" ۔ یہ بات یاد رکھو! چند چیزیں ہوتی ہیں۔ایک زراعت ہے۔زراعت سب سے اہم ہے۔زراعت کرنے والا جو چیز نہیں ہے اسے پیدا کرتا ہے۔اس سے بڑھ کر صنعت و حرفت ہے۔خدا نے جو مواد آپ کو دیا ہے اس میں شکلیں بدلنا۔زراعت والا جو پیدا کیا ہے اور صنعت و حرفت والا نے چیزوں کی شکلوں میں اللہ کے دیئے مواد کو ڈھالا ہے، یہ تمام چیزیں ایک جگہ نہیں ملتیں۔اس لئے تجارت کی ضرورت ہے۔ان تمام امور کی حفاظت کے لئے فوج کی ضرورت ہے۔ مگر یہ سب چیزیں نتیجہ ہیں "علم" کا۔اس لئے علم ضروری ہے ------ ان میں سے ہندوؤں نے کیا کیا کہ ایک ایک قوم کے واسطے ایک ایک پیشہ لگا دیا۔تجارت کرنے والے "ویش" اور مزدور، خادم لوگ "شودر"۔اور "فوج" جو ہے اسے چھتری بولتے۔اور جو علمی کام کرنے والے ہیں ان کو "برہمن" بولتے ہیں ------ ہندوؤں نے یہ کیا تھا کہ ایک پیشہ والا دوسرا پیشہ نہیں کرتا۔ (یہ غلط ہے) غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی علمی فطرت کا رہتا، ایک صنعتی فطرت کا۔تو اب ایک صنعتی فطرت کے آدمی کو مزدور بنے رہو بولے تو ممکن نہیں۔ایک علمی آدمی کو سپاہی بنے رہو بولیں تو نہیں ہوتا ------ علم والے علم

کی وجہ سے محترم تھے اب وہ علم چھوڑ کر مزدوری کر رہے ہیں، تجارت کر رہے ہیں مگر وہی، "برہمن ہیں ہم!" ------ اب کہاں کے برہمن؟ وہ تو علم کی وجہ سے تھا ------ ایک برہمن سے میری گفتگو ہوئی تو پوچھا کہ "میاں! تم اچھے یا رام چندر جی اور لکشمن جی؟" تو بولا کہ "رام و لکشمن"۔ میں بولا "کیوں؟ وہ اچھے کیوں؟ ان کے اچھے کام کرنے کی وجہ سے" (حالانکہ وہ ذات کے چھتری تھے اور یہ برہمن ان کو اپنے سے اچھا مان رہا ہے) تو معلوم ہوا کہ یہ برہمن، تاجر (ویش) شودر وغیرہ، یہ صفات کے نام ہیں نہ کہ ذات کے؟ ------ آدمی کی طبیعت پر غور کرو۔ بچہ پیدا ہو تو ماں باپ اسے کھلاتے پلاتے۔ اس سے خدمت بھی لیتے تو کون سی حالت ہے یہ؟ شودر کی اب بڑا ہو کر کمانے لگا اور صنعت کرنے لگا تو صانع ہے، تجارت کرنے لگا تو ویش ہے۔ اب اس ویش (تاجر) کے پاس جو نوکر ہے وہ شودر ہے۔ فوج میں نوکر ہوئے مگر ماہوار کی خاطر، رہے تک رہے نہ رہے تک نہیں، اور قوم کے لئے جاں وقف نہیں کئے تو یہ چھتری نہیں رہے شودر۔ اور کوئی پیسے کی خاطر پڑھاتا ہے تو برہمن نہیں شودر اللہ واسطے، قوم و ملک کی خاطر کام کرے تو وہ برہمن بھی ہو سکتا ہے۔ ویش بھی چھتری بھی، ورنہ سب شودر ------ یہ طبقے کوئی نکالے بول کے نہیں، بلکہ تمام قوموں میں ایسا ہی ہے ------ اب ایک اور مسئلہ ہے۔ انبیاء کرام بکریاں چرائے، گھر کا کام کاج کئے، نوکری کئے تو وہ خادم تھے پھر ملک و قوم اور امتوں کی حفاظت کے لئے لڑے۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ چھتری ہے، تجارت کئے، یہ ویش ہے۔ پھر لوگوں کی تعلیم ان کی سدھار کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ "برہمن" ہوئے ------ سرکار تلوار لے کر میدان میں کھڑے ہوئے، تو کیا، ہدایت اور مسائل کی تفہیم اس وقت نہ تھی؟ (تو گویا چھتری کے ساتھ "برہمن" کی بھی حالت تھی)۔ میاں! عثمانیہ یونیورسٹی میں جب تک پڑھاتا تھا، شودر تھا۔ اب پڑھا رہا ہوں، "برہمن ہوں" (یونیورسٹی کے زمانے بھی گھر پر بلا معاوضہ پڑھایا کرتے تھے تو وہ حیثیت بھی برہمن

کی تھی) تو اب یہ برہمن، ویش، چھتری، شودر ذات کہاں ؟ صفات ہوئے۔

"فقیر کا چیلہ" ۔ فقیر کا چیلہ فقیر، فقیر کا بیٹا فقیر نہیں --- کیا بولا ؟ ----- مولوی کا بیٹا مولوی نہیں، مولوی کا شاگرد مولوی۔

۴/ اگست ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۱۷/ محرم ۱۳۷۷ھ

"خواب کی بنیاد جلب نفع اور دفع ضرر پر" ۔ "خواب"، جو پڑتا ہے، جلب نفع یا دفع ضرر کے لئے (فائدہ حاصل کرنا یا تکلیف دور کرنا) چونکہ خواب دیکھنے والے کے خیالات، جب وہ بیدار رہتا ہے تو ان ہی دو راہوں پر چلتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ "سن بلوغ سے پہلے آدمی ان دو راہوں پر نہیں سوچتا"۔ پیدا ہوتے ہی یہ دونوں باتیں آجاتی ہیں۔ تفصیل اور اجمال کا البتہ فرق رہے گا ------ متقی، فاسق، بچہ، عقلمند، عورت، بے نفس، ناپاک ہر ایک کو اس کے لایق خواب پڑے گا -------- بچے محسوس کرتے ہیں، بیان نہیں کر سکتے، اور بڑے بیان بھی کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہر ایک کے ساتھ "جلب نفع و دفع ضرر" لگا ہوا ہے ------- سچ بولنے والے کے خواب بھی عموماً سچے ہوتے ہیں۔

"الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل" ۔ "واقعہ فیل" سرکارؐ سے پہلے کا ہے۔ سرکارؐ کے اس واقعے کو دیکھنے کا سوال ہی کیا ؟ لہذا یہاں "الم تر" کے معنی "کیا تو نے نہیں دیکھا"، نہیں ہیں۔ بلکہ "کیا تم کو علم یقین نہیں ؟ کے ہیں۔ کیوں کہ "رویت" کے معنی "علم یقین" کے بھی ہیں۔

"کیف فعل اللہ" نہیں ہے، "کیف فعل ربک" ہے۔ کیوں کہ "رب" جو کھلاتا پلاتا اور کمال کو پہنچاتا ہے تو وہ حفاظت بھی کرتا ہے۔ چونکہ اصحاب فیل سے مکہ والوں کی حفاظت بیان کی جارہی ہے اس لئے "اللہ" کے لفظ سے بڑھ کر "رب" بلیغ ہے ------ یہ قرآن ہے، اس کا ایک ایک لفظ اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتا۔

"خطرہ سے کلام تک" ۔ پہلے ایک خطرہ آتا ہے، پھر وہ خیال بنتا ہے اور پھر وہ کلام نفسی بن جاتا ہے پھر کلام لفظی۔

"حضرت قبلہ کا طرز عمل" ۔ میں صحیح بات بول دیتا ہوں، رد کرنا وغیرہ نہیں ۔ (یعنی کسی کے قول یا مسلک و مکتب کا رد کرنے کے بجائے صحیح بات بتادی)

"حکومت باطن" ۔ میں رات بھر نہیں سویا، بخار چڑھا رہا ------ تحقیق کرو تو ضرور کوئی فساد عظیم ہوا ہے (کرہ ارض پر کہیں نہ کہیں)

۵/ اگست ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۸/ محرم ۱۳۷۷ھ

"ہم کیا کریں کہ ہمارا کشف اور خواب ہمیشہ صحیح رہے ؟"

۔ میں نے "پیغمبر کے خواب" کے ضمن میں بیان کر دیا ہے کہ پیغمبر کا دل ساکن، مطمئن اور خواہشات نفسانی سے پاک ہوتا ہے ۔ اس واسطے ان کا خواب وحی کا حکم رکھتا ہے، اور ان کو "رویائے صادقہ" پڑتے ہیں ۔ یہ خطرات، واہی تباہی خیالات کشف اور خواب کو تباہ کرنے والے ہیں ۔ خطرات کس طرح روکے جاسکتے ہیں ؟ اس کی تفصیل ہمارے مختصر رسالے "نظام العمل فقراء" میں ہے ------ "خوب یاد رکھو ! رات دن خدا کی یاد میں رہو گے، "دوام حضور" نصیب ہوگا تو نہ خطرات آئیں گے نہ تمہارا کشف اور خواب خراب ہوگا" ۔ "جو من میں لیے وہ سپنے میں دے" (ضرب المثل) مگر کہیں جیسا ہے ویسا نظر آتا ہے، کہیں استعارے اور کنائے ہیں ۔ "العیش نوم والمنیۃ یقظۃ ۔ والمرء بینھما خیال ساری" ۔ زندگی ایک خواب ہے اور موت اس سے ہشیاری ہے ۔ اور دونوں کے درمیان آدمی ایک چلتا پھرتا خیال ہے ۔

خیال اس یار کا ہے، میں نہیں ہوں
وہی جلوہ نما ہے، میں نہیں ہوں

تماشا گاہ ہے عالم کسی استاد کامل کا
یہ ہم تم کیا ہیں گویا سینما کی چند تصویریں
(حسرت صدیقی)

۶/ اگست ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۹/ محرم ۱۳۷۷ھ

"حقیقت محمدیؐ کیا ہے؟" ۔ میں کیا بولتا ہوں؟ کہ یہ حقیقت محمدیؐ جو ہے، کچھ نہیں رکھنے کا نام ہے۔ تجلی کرنے والی حقیقت الہیٰ ہے۔ ایک حقیقت محمدی اور ایک حقیقت الہیٰ ہے۔ ایک نگیٹیو (Negative) ہے اور ایک پازیٹیو (Positive) ہے۔ "منفی" (Negative) بھی ایک تشخص ہے۔ ہر مقام کا ایک حکم ہے۔ نہیں تو، بد تمیزی ہوتی ہے۔ (یعنی ہر مقام کے لحاظ سے جو تقاضا ہے اس کا لحاظ نہ رکھنا بد تمیزی ہے) "کانوں سے کھا رہا ہوں" بولے، تو نہیں ہوتا (یعنی ماننے کی بات نہیں یہ)

دوسرے فقیروں کے خیال میں اور میرے خیال میں اتنا فرق ہے۔ "منفی" بذات خود منفی ہے اور "مثبت" بہ ذات خود مثبت ------ میں خدا کو "حادث" نہیں بولتا۔ میں حقیقت محمدیؐ کو موجود نہیں بولتا ------- میں بول رہا ہوں، "عدم" بولیں، تو وہ بھی ایک خیال ہے، تشخص ہے ---- میں جو، "محتاط ہوں" بولتا ہوں یہی ہے ------ لوگ "حقیقت محمدیؐ" کو مرکب سمجھتے ہیں۔

کہیں ایسا نہیں ہوا کہ "موثرہ" ہو اور "متاثرہ" نہ ہو، منفی ہو، مثبت نہ ہو۔ دونوں قدیم، دونوں باقی اور غیر مخلوق ہیں ------ ایسا ہے میں یہی بولتا ہوں۔ (موثرہ = یعنی اثر ڈالنے اور اثر کرنے والی طاقت ------ متاثرہ = یعنی اثر قبول کرنے اور متاثر ہونے والی۔ موثرہ سے مراد "حقیقت الہیٰ" اور متاثرہ سے مراد حقیقت محمدیؐ ہے)

دوسرے لوگ ظاہر اور مظہر کے مرکب کو "حقیقت محمدی" کہتے ہیں۔ لیکن "حقیقت محمدی" تو صرف وہ مظہر یا مقام ظہور ہے۔ مجموعہ کو آپ ہم (پیغمبر معہ امت یہ سب ہوئے۔

"منفی" کا نام حقیقت محمدی اور "مثبت" کا نام تجلی الٰہی ہے۔ یہی میرا مذہب ہے۔

خدا، اللہ بولے تو وہ دونوں کا کل اور جامع ہے۔ اللہ کا لفظ خود دو معنی میں مستعمل ہے، وجود اور جامع جمیع صفات کمالیہ۔ وجود، "منفی" اور "مثبت" کو جامع ہے اور جامع جمیع صفات کمالیہ "مثبت" ہے میرا فلسفہ ٹکراتا نہیں۔

(وجود کے لئے بھی اللہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کی دو جہتیں ہیں۔ ایک "مثبت" جو جامع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ یہی حقیقت الٰہی ہے اس کے لئے بھی اللہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ دوسری جہت "منفی" یہی حقیقت محمدی ہے)

"فلسفہ اور مذہب" ۔ خدا کی طرف فلسفی بھی چلے اور خدا کی طرف اہل مذہب بھی چلے۔ یہ فلسفی تھک کر ایک جگہ ٹھہر گئے اور یہ مذہب والا ٹھہرتا ہی نہیں۔

"دیکھنا اور داد دینا" ۔ کسی کے پاس دیکھنا کمال ہے تو کسی کے پاس نہیں دیکھنا کمال ہے۔ داد دے گا دیکھنے والا۔ نہیں دیکھنے والا کیا داد دے گا؟

"پازیٹیو، نگیٹیو" ۔ نہ تیری تجلیات کی انتہا ہے نہ میری طلب کی۔ اس واسطے کہ "پازیٹیو" (Positive) کا مقابل ہے "نگیٹیو" (Negative)، وجود کے مقابل ہے عدم ------ سب کچھ رکھنا اللہ کا کام ہے، اور کچھ نہیں رکھنا محمدؐ کا۔

ع "میں بھی ہوں کمال بے کمالی۔" یہ شان محمدؐ ہے۔

حبیب! یہ مجھے اتنی تکلیفیں کاہیکو دیتے انہوں؟ (یعنی اللہ میاں) ۔ یہ پازیٹیو (Positive) بنانے کے لئے۔ (مطلب یہ کہ اپنے عدم ذاتی اور نیستی اصلی پر اتنا

زور رہتا ہے کہ ہر آن وجود حقیقی کے کمالات سے بقا عطا ہوتی رہتی ہے۔ یہی ہے "پازیٹیو" بنانا۔ اس کی بڑی اچھی مثال برقی ہے کہ "نگیٹیو" یا "نیوٹرل" تار سے "پازیٹیو" تار آکر ملتا ہے تو بلب میں روشنی بھی ہوتی ہے، پنکھا گھومنے بھی لگتا ہے۔ ہر آن مسلسل "نگیٹیو" کو "پازیٹیو" بنایا جارہا ہے۔ ورنہ وہ دوسرا تار بھی "نگیٹیو" کے بجائے "پازیٹیو" ہو تو دھماکہ اور تباہی ہو جائے گی۔ نہ بلب روشن ہوگا نہ پنکھا چلے گا)

یہ "نگیٹیو" (Negative) جو ہے، یہ دنیاوی نقطہ نگاہ سے ہے۔ اس کے لحاظ سے تو وہ سراپا "پازیٹیو" (Positive) ہے۔ (جیسے برقی رو کہ جب وہ صرف ہونے کے مقام پر پہنچتی ہے تو "نگیٹیو" (Negative) کی تمیز ہوتی ہے۔ ورنہ رو تو از ابتداء تا انتہا ایک دائرہ ہے۔ دائرہ کے دو ٹکڑے کر دیں تو ایک قوس "پازیٹیو" اور ایک "نگیٹیو" کہلائے گی۔ اور دونوں قوسین مل جائیں تو "نگیٹیو" کی تمیز ہی نہ رہے۔ بس ایک دائرہ "پازیٹیو" (Positive) کا، ایک ہی رو، **قاب قوسین و ادنیٰ**۔)

شنا بولے "مجھے دکھو" (یعنی تصوّر میں نظر آنے کے لئے کہہ رہے ہیں)۔ ارے دیکھنا بولے تو بہت نیچے کی بات ہے۔ ارے اس دیکھنے کو انکار لگا۔ کیا دیکھتا؟ ------ منفی کم بخت دکھتا کیسا؟ (یعنی کیسے نظر آسکتا ہے؟) نہیں ہے، تو کیا دکھے گا؟ ------ "مثبت" بن کے دکھتا۔ (نظر آتا)

"ہے" کو کون بتا رہا ہے؟ نہیں "بتا رہا ہے۔ یہ "نگیٹیو" (Negative) کم بخت ہوگا کیسا؟ (یعنی کیسے موجود ہو سکتا ہے؟) "منفی" تو، نہیں ہے ------ واہ رے "نگیٹیو" (Negative) (موجود نہیں پھر بھی) "مثبت" (Positive) کو دکھاتا ہے ------ جتنے "منفی" ہوں گے، اتنا ہی صاف "مثبت" نظر آئے گا۔ بالکل "نگیٹیو" (Negative) (یعنی صاف) ہو گئے سو، "حقیقت محمدی"۔

۹/اگست ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۲۲/محرم ۱۳۷۷ھ

"شرک" ۔ اگر خدا کی صفات کو بندوں اور مخلوق میں سمجھے تو یہ شرک ہے۔ لیکن بالعرض کا لحاظ رہے تو شرک نہیں، بالذات سمجھے تو شرک ہے۔ بت پرست اگر کہتے بھی ہوں کہ وہ بتوں کو ذریعہ سمجھتے ہیں (یعنی اصل نہیں سمجھتے) مگر واقعہ ایسا نہیں (پھر یہ کہ اگر ذریعہ بھی سمجھتے ہیں تو کس کے حکم سے؟) (بغیر سلطان اتاھم)

"غیر ممنوع" کو ممنوع سمجھنا شرک فی الحکم ہے! ۔ ایک "نافرمانی" ہے اور ایک "شرک فی الحکم" ہے ------ جس کی ممانعت نہیں ہے اس کو ممنوع سمجھتے ہیں، یہ وہابی شرک فی الحکم کرتے ہیں ---- اب دیکھنا یہ ہے کہ "خلق لکم مافی السموت والارض" ہے، تو یہ عام اجازت ہے۔ اگر کسی چیز سے ممانعت ہے تو لاؤ دلیل! ۔ لہو ولعب سے دور رہو کہا گیا ہے تو یہ مکروہ ہوا یا محرومی، نہ کہ کفر و شرک؟ (واضح باد کہ جس کام میں لہو ولعب کا امکان ہے اس میں اعتدال اور احتیاط کی جائے تو امکان ختم ہو جاتا ہے اور یہ کراہت و محرومی سے بھی محفوظ ہو جائے گا) ------ اگر کوئی "قوالی" کو لہو ولعب سمجھے تو یہ اس کا جھک مارنا ہے۔ کیوں کہ ہمارے پاس دلیل ہے کہ سرکارؐ نے ۔ ("قوالی" سے مراد "سماع" ہے نہ کہ بازاری گانا؟ تال سر پر اشعار کا گانا تو سرکارؐ نے بھی سنا ہے)

"خواب اور الہام" ۔ "خواب کے باپ کا اجارہ نہیں ہے۔ میں بولتا ہوں جن کا دل ساکن ہے ان کو کوئی خیال آئے تو یہ "الہام" ہے۔ "الہام" سب کو ہوتا ہے۔ اب یہ بے وقوفی ہے کہ "الہام" ہے یا نہیں، سمجھتے ہیں ------ جھوٹ اور واہی تباہی خیال پر اطمینان قلب نہیں ہوتا، اور الہام سے اطمینان قلب ہوتا ہے۔

"رویائے صادقہ کی طرح خیال اور کشف بھی صادق" ۔

جس طرح رویائے صادقہ ہوتے ہیں اسی طرح خیال صادق اور کشف صادق بھی ہوتے ہیں ------ خواب اور کشف میں فرق یہ ہے کہ خواب میں ایسا انہماک رہتا ہے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور کشف میں اپنا خیال بھی رہتا ہے۔

"ابراہیم علیہ السلام کا خواب تعبیر طلب نہیں تھا ؟"

محی الدین ابن عربی، ابراہیمؑ کے خواب کو تعبیر طلب کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں نہیں۔ ابراہیمؑ "ذبح کرتا ہوں" "ایسا دیکھے، اور وہ ہوا۔" میں ذبح کر چکا ہوں" "ایسا کب دیکھے ؟ (اس لئے وہ خواب تعبیر طلب نہیں بلکہ رویائے صادقہ تھا) ------ ابراہیمؑ کا قلب تو ساکن تھا۔ اب خیال ہو تو کیا، کشف ہو تو کیا اور خواب ہو تو کیا ؟ سب ان کے لئے وحی کا حکم رکھتا ہے۔

"تحت حکم" ۔ (ثناء اللہ خاں صاحب کے لڑکے امان اللہ کو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ "**واذا بطشتم بطشتم جبارین** پڑھ کر بچھو کو پکڑ لو" تو اس نڈر بچہ نے اس کو روز کا ایک کھیل بنالیا تھا۔ اس پر فرمایا) اچھا یہ کیا بات ہے کہ میرے بولنے پر بچہ تو بچھو کو اٹھالیتا ہے، مگر میں نہیں کر سکتا ایسا ؟ ------ اس لئے کہ میں تحت حکم ہوں۔ خلاف حکم کئے تو بچھو بھی کاٹتا۔

۱۱/ اگست ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۴/ محرم ۱۳۷۷ھ

"الہام" ۔ ہر شخص پر خدا کی طرف سے الہام آتا، نادان ضایع کر دیتا ہے اور سمجھ دار اس سے فائدہ اٹھاتا ہے ------ یہ مت سمجھو خدا کافر کو نہیں دے رہا ہے، ارے کافر کو دے رہا ہے، مسلمان کو دے رہا ہے۔ کافر وہ ہے جو اس کو ضایع کر رہا ہے ------ چقماق جھاڑے تو چنگاری نکلی۔ بے وقوف ضایع کر دیتا۔ سمجھدار اس چنگاری کو روئی میں محفوظ کر لیتا ہے ------ اور اس آگ سے شہر بھر کو انگار لگا سکتا ------ خدا ہر ایک کا رب ہے، ہر ایک کے دل میں ڈالتا ہے ہدایت ---- جانور کے دل میں بھی۔ (اس بارے میں کہ وہ کیا کھائے ؟ کدھر

جائے ؟)

یہ خیال و خطرات کو فضول سمجھتے ہیں۔ نہیں، اس میں الہام بھی رہتا، نہیں سمجھ کے ضایع کر دیتے ہیں۔

"جدت" ۔ امام غزالی، شیخ محی الدین ابن عربی اور شاہ عبدالعزیز ان تینوں میں جدت ہے، نئی بات پیدا کرتے ہیں۔ پیدا کوئی نہیں کرتا حبیب! سمجھتا ہے۔

"بڑے لوگ" ۔ ثنا بولے کہ انہوں بھی بڑے لوگوں میں مل گئے۔ (یعنی خود حضرت قبلہ کے بارے میں ثناء اللہ خاں صاحب نے کہا) چھوٹے لوگوں میں نہیں ہیں۔ "وہ" کچھ تھے (یعنی پہلے کے بڑے لوگ) تو یہ بھی "وہی" ہیں۔

"اقتضائے مقام" ۔ حیدرآباد میں ہیں سو مشائخ الگ ہیں اور لندن میں ہیں سو الگ۔ ان کا طرز گفتگو اور طرز استدلال الگ ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱۳/ اگست ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۲۶/ محرم ۱۳۷۷ھ

"ہاتھ کٹے ہوں تو وضو معاف" ۔ میں یہ بھی لکھا ہوں "کسی آدمی کے دونوں ہاتھ کٹ گئے ہیں، اب وہ "وضو" کیسے کرے گا؟ اس لئے اسے معاف ہے وضو۔ وہ یہ سمجھے کہ "میں ایسا مجبور ہوں اس لئے مجھے معاف" ---------- کوئی حکم صریحاً ہے، مگر ناممکن العمل ہے تو اس کے لحاظ سے حکم لگے گا۔ مطلب تو اطاعت ہے۔

"تلاوت" ۔ تلا یتلوا = پیچھے جانا۔ "تالی" = مقدم کی ضد، پیچھے آنے والا۔ ایک تلاوت ہے ایک قرأت۔ قرآن کے لفظ کے پیچھے جانا تلاوت ہے، یعنی اس کے لفظ کو سمجھے مطلب سمجھے تو یہ تلاوت ہے۔ اور نہیں تو صرف قرأت۔

"خواب خیال اور کشف" ۔ اتنا انہماک ہے کہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو تو یہ "خواب" ہے۔ اور اگر توجہ پوری ادھر ہو لیکن یہ سمجھتا بھی ہے کہ یہ میرا خیال ہے، اور وہ اسے خود سے دور بھی نہیں کر سکتا

تو یہ "کشف" ہے۔ اور اگر اپنے اس خیال کو وہ ہٹا بھی سکتا ہو تو یہ "خیال" ہے۔ خواب میں بھی "صحیح"، "تعبیر طلب" اور "غلط" ہے۔ "کشف" میں بھی اور "خیال" میں بھی ------ خواب میں پورا انہماک رہتا ہے۔ کشف میں بھی کچھ ہوش رہتا اور خیال میں پورا ہوش رہتا، اور چاہے تو وہ ہٹا دیا جا سکتا ہے۔ مگر خیال میں بھی، اوپر سے آنے والا الہام ہوتا ہے جو اطمینان و سکون لاتا ہے۔

"سیر الی اللہ" ۔ "سیر الی اللہ" اللہ کے پاس جا کر ختم ہوتی ہے، مگر سیر فی اللہ کہیں ختم نہیں ہوتی ----- اللہ ختم نہیں ہوتا تو اس میں سیر ختم کیسے ہوتی ؟ ----- سب سے پہلے ربط جو ہوتا، مرشد سے ہوتا۔ مرشد کی تعلیم، مرشد کے کمالات کو سمجھنا شروع کرتا ہے۔ مرشد کے احساسات کا وارث بن کے وہ احساسات اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سیر فی الشیخ للشیخ" ہے۔ شیخ کے کمالات و احساسات کو شیخ میں دیکھ رہے ہیں ------- پھر آدمی رسولؐ کی طرف متوجہ ہوتا۔ مگر وہ شیخ کے احساسات اور تعلیمات کے تابع ہو کے دیکھتا۔ یہ کیا چیز ہے ؟ "سیر فی الشیخ لرسول اللہ" ------ پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ کے کمالات کو سمجھنے لگتا ہے، مگر مرشد کی تعلیم کے مطابق۔ یہ کیا ہے "سیر فی الشیخ للہ ------ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے مرشد سے بڑھ جاتے ہیں۔ یامعروف قد کر مناک در جتین۔ معروف کرخیؒ سے کہا گیا کہ تم دو درجے مرشد سے بڑھ گئے ------ "بایزید اور میں "تفرید" (یعنی توحید و معرفت) کے میدان میں دوڑے۔ چونکہ میں دنیاوی موانعات رکھ کے دوڑا اس لئے میرے گھوڑے کی کنوتیاں آگے بڑھ گئیں۔" (غوث پاک نے فرمایا) ------ سیر فی رسول اللہ لرسول اللہ اور للہ یہ بہت بڑے لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، ہر ایک کو نہیں۔

"مرشد اور استاد" ۔ شیخ سے صرف علم ہی نہیں، احساسات بھی ملتے

ہیں۔ استاد سے صرف علم ------ مرید تو ہوئے لیکن مرشد کے احساسات حاصل نہیں کئے، تو وہ مرشد نہیں استاد ہوئے۔ مرید ہونے والے صاحب مرشد کو ابھی سمجھے نہیں۔ مرشد کو استاد سمجھے۔

"حضرت عمر کی ایمانی قوت پہلے کم تھی؟ روایت غلط"

حضرت عمرؓ اسلام لائے جب ہی، وہ تلوار سونت کر اسلام کی حمایت میں نکلے اور جان کی پرواہ نہیں کئے۔ پھر یہ روایت کہ حضرت عمر نے سرکارؐ سے کہا کہ "میرے دل میں آپ کی محبت مال و اولاد سب سے بڑھ کر ہے لیکن میں اپنی جان کو ابھی عزیز سمجھتا ہوں"۔ یہ روایت رافضی کی ہے، بالکل غلط، درایت کے بالکل خلاف ------ اسی طرح شبلی صاحب نے روایت کی ہے کہ ایک قاتل پر جب حد جاری ہو رہی تھی اس نے کچھ مہلت طلب کی اور ابوذر غفاریؓ نے ضمانت پیش کی تو حضرت عمرؓ نے قبول کر لی۔ اور جب وقت پر قاتل نہیں آیا تو عمرؓ نے ابوذرؓ پر حد جاری کرنی چاہی۔ یہ روایت بھی غلط ہے کیوں کہ قرآنی حکم "ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" (نہیں اٹھا لیتا ہے، بوجھ اٹھانے والا۔ دوسرے کا بوجھ)۔ اور پھر یہ کہ قصاص میں ضمانت ناقابل قبول ہے۔

۱۴/ اگست ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۲۷/ محرم ۱۳۷۷ھ

کوئی نہیں بہکا سکتا۔ قادری پنجہ سے کون چھڑا سکتا ہے؟

"جبرئیل سے ملاقات"

ایک وقت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے، بیمار تھا میں۔ میں بولا "حضرت! آپ کیسا آئے؟" وہ بولے "کیوں؟"۔ میں بولا سرکارؐ کے بعد آپ نہیں آتے نا!" تو بولے "کیوں؟ کیا قرآن لے کے آیا ہوں تمہارے پاس؟ ------ "وحی" لے کر نہیں آتا، علم دینے کا اسکو نہیں آؤں گا" ------ ہمارے پاس یہ ہے کہ جتنا علم کسی کو ملتا ہے وہ مرکز علم یعنی جبرئیل سے ملتا ہے۔

۱۹/اگست ۱۹۵۸ء ۔۔۔ روز سہ شنبہ ۔۔۔ ۳/صفر ۱۳۷۷ھ

"حضرت خواجہ حضرت قبلہ کو اپنے بچوں میں شمار فرماتے"

ہمارے حضرت سے کوئی پوچھتے، "کتنے بچے ہیں آپ کو؟" تو ہمیشہ مجھے اور عبدالمقتدر صاحب کو ملا کر کہتے "پانچ بیٹے ہیں"۔

"حضرت قبلہ کی ہدایت تسلیم نہ کرنا سوء ادبی ہے" اللہ تعالیٰ جس کو "صاحب وقت" بناتا ہے وہ اس قدر تحت حکم ہوتا ہے کہ وہی کرتا ہے جو اللہ کرواتا ہے، وہی کہتا ہے جو اللہ کہلواتا ہے۔ "وما ینطق عن الھویٰ ○ کی شان اس سے نمایاں رہتی ہے۔ واضح باد کہ حضرت قبلہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تو مولانا محمد عبدالعزیز صاحب صدیقی تھے جو زبردست عالم لاجواب قاری اور صاحب حال تھے اور حضرات سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہؒ کے داماد تھے۔ یہ جواں عمری ہی میں گزر گئے حضرت قبلہ اپنی بہو کا، جو مرشد کی صاحبزادی تھیں اتنا ادب فرماتے کہ وہ آتیں تو کھڑے ہو جاتے۔ صاحبزادے موصوف تھے تو حضرت قبلہ ہی کے مرید لیکن چونکہ داماد حضرت خواجہ محبوب اللہ کے تھے، اس لئے ان سے بھی خاص ربط تھا۔ موصوف کا رجحان تفضیلی ہو گیا تھا۔ یعنی حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت دینا۔ حضرت قبلہ نے سمجھایا کہ یہ غلط ہے۔

پھر بھی وہ اپنی رائے پر اڑے رہے۔ ایک بار خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں ایک سیاہ نقاب پوش سوار موصوف پر نیزہ تانے آرہا ہے۔ یہ اس وقت میدان میں تھے۔ حملہ سے بچنے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے مگر وہ سوار آہی گیا اور اس نے ان کو نیزے میں پرو کر اٹھالیا ہے۔ خواب سے بیدار ہو کر بہت پریشان ہوئے۔ کیفیت سلب ہو گئی اور جان لیا کہ وار ہو گیا ہے۔ غلطی کا احساس ہوا تو بہت پچھتائے اور آکر سر قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت قبلہ نے نہایت محبت اور شفقت پدری کے ساتھ فرمایا۔ "باوا! فقیر کا تیر کمان سے نکل گیا، واپس نہیں ہو سکتا۔ آخرت اچھی ہو جائے گی

چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد موصوف کا انتقال ہو گیا۔

"ایک آیت قرآنی کے ترجمہ کی تصحیح"

(کلام پاک کی ایک آیت کے بارے میں عام طور پر جو غلط ترجمہ کیا گیا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا)

"انہ لقول رسول کریم "○۔ "قول" کا لفظ بہ معنی "زبانی" کے ہے۔ پھر لفظ "رسول" میں پہنچانے کا مفہوم اور "کریم" میں شریف کی صفت بھی ہے۔ ع

کلام خدا و زبان محمدؐ

"یہ آیت قرآن میں دو جگہ آئی ہے ۱۔ سورۃ الحاقہ کی (۴۰) چالیسویں آیت اور سورہ "التکویر" کی (۱۹) انیسویں آیت۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "یقیناً وہ (یعنی قرآن) رسول کریم کا قول ہے" یعنی اللہ کا کلام انسانوں تک پہنچانے کے لئے حضورؐ کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ پہلے مقام پر جہاں یہ آیت آئی ہے تمام مترجمین اور مفسرین نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر اس آیت کا ترجمہ اور ہی کچھ کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے کسی اور موقع کی ایک روایت کو بنیاد بنا لیا گیا ہے۔ ترجمہ یوں ہے کہ "یقیناً وہ یعنی (قرآن) بزرگ فرشتے (جبرئیل) کا قول ہے"۔ "رسول کریم" کا ترجمہ خواہ مخواہ کھینچ تان کر "بزرگ فرشتہ" کیا گیا ہے۔ پھر اس سے مراد "جبرئیل" لیے گئے ہیں۔ اس کھینچا تانی میں بعد میں آنے والی آیتوں کے ترجمہ کے لئے بھی دور کی کوڑی لانی پڑی۔ اس کی تفصیل "فیوض صحبت" حصہ دوم یعنی اسی کتاب کے صفحات ۵۔۶ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

"آسمان اول"۔ "پہلے قرآن پورے کا پورا آسمان اول پر نازل ہوا۔" کہتے ہیں۔ "آسمان اول" بولے تو کیا؟ عالم مثال میں (یعنی عالم مثال میں رسول اللہ صلعم پر پورے کا پورا اترا)۔۔۔۔

"سبعہ قرات"۔ "سبعۃ" کثرت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ گنتی پر۔ جیسے سات سمندر پار۔ سات طبق زمین کے نیچے وغیرہ۔۔۔۔ "سبعۃ قرات" کا مطلب یہ ہے کہ، روایت کرنے والوں کے لحاظ سے نہ کہ طرز قرات کے لحاظ سے ؟۔

کہیں بھی ایسا نہیں کہ ایک آیت میں سات صورتیں پیدا ہوئی ہوں۔ (یعنی ایسا نہیں کہ کسی بھی ایک مقام پر ساتوں راویوں کی جدا جدا رائے ہو) ۔۔۔۔ کیا وجہ ہے کہ حفص کی قرأت چل گئی، دوسری نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ "قریش کی زبان سے قریب ہے۔ قریش کی زبان سے زیادہ اختلافات نہیں ہیں (یعنی حفص کی روایت میں) ۔۔۔۔ امام مالک شاگرد ہیں نافع کے، اور وہ شاگرد ہیں عبداللہ بن عمرؓ کے۔

۲۲/ اگست ۱۹۵۸ء ۔ روز جمعہ ۔ ۶/ صفر ۱۳۷۸ھ

"علم کا درجہ" ۔ علم کی عزت معلوم کی عزت سے ہے جیسی چیز کو جانو گے اسی درجہ کے عالم سمجھے جاؤ گے۔ خدا کی تجلیات اور اس کے دوستوں کو دیکھنے والا اور لوگوں کے دلی خطرات دیکھنے والا، دونوں کیسے برابر ہوں گے؟ (یعنی "کشف کونی" کے نتیجہ میں یا جادو یا کسی عمل کے اثر سے لوگوں کے دل کی بات جان لینا عام طور پر سادہ لوح لوگوں کے لئے پر کشش اور قابل احترام ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سوائے کرتب اور شعبدہ بازی کے کچھ نہیں۔ اس کے برعکس اللہ کے محبوب بندوں کی نسبت اور اللہ کی تجلیات سے آگاہی زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہے۔)

"اردو ادب میں مقام" ۔ جو ہر قسم کے مضمون کو بیان کرنے کی قوت رکھتا ہے وہ زبان داں (اہل زبان) ہے ۔۔۔۔۔۔ تھوڑے دن کے بعد اردو زبان کا جھگڑا ہو (یعنی زبان و بیان میں کسی بات کی غلطی و صحت کی بحث ہو) تو اس آدمی (یعنی خود حضرت قبلہ) کے اشعار اور عبارتوں سے دلیل دی جائے گی۔ دیکھو! ۔۔۔۔۔ تھوڑے دن صبر تو کرو ۔۔۔۔ "محمد حسین آزاد، ذوق کا شاگرد ہے" بولتے ہیں۔ مگر میں بولتا ہوں "غالب کا شاگرد ہے" (یعنی انہوں نے غالب ہی کا طرز اور اسلوب اختیار کیا ہے) ۔۔۔۔۔۔ مشکل الفاظ کو نکالنے اور اچھے الفاظ استعمال کرنے میں ذوق استاد ہے۔

۲۳/ اگست ۱۹۵۸ء ۔ روز شنبہ ۔ ۷/ صفر ۱۳۷۸ھ

"نزع میں تلقین" ۔ بحث چلی تھی کہ "مرنے والے کو کیا سکھائیں ؟ اللہ، اللہ، یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؟ میں بولا کہ صرف محمد رسول سکھاؤ ۔ لوگ اعتراض کئے کہ "خاتمہ اللہ اللہ پر ہونا چاہیے" ۔ میں بولا کہ "محمد رسول اللہ" میں، آخر میں "اللہ" ہی ہے ۔

"لذت درد" ۔ بزرگ لوگ تکلیف میں بھی لذت لیتے تھے، مگر مجھے نہیں ملتی ۔ حق ادا کرنے کے لئے تکلیف کا احساس بھی ہونا پڑتا ۔ جب تک داد کیسے دیں گے ؟ داد دینا ہی حق ادا کرنا ہے ۔ (تکلیف میں بھی لذت لینے کے لئے "جذب" غالب ہونا ضروری ہے ۔ لیکن حق ادا کرنے اور "داد دینے" کے لئے، ہوشیار رہنا اور احساس کرنا پڑتا ہے)

"انبیاء و اولیاء" ۔ انبیاء کے لئے "وحی" اور "فترت وحی" (یعنی وحی کا رک جانا) اور اولیاء کو "بسط" و "قبض" (بسط یعنی الہامات و انکشافات کا کھل جانا اور قبض یعنی رک جانا، بند ہو جانا)

"حضورؐ کی ہر بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر" ۔ معراج میں سرکارؐ تشریف لے گئے تھے ۔ اس کے بہت بعد جب سرکارؐ حضرت ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ دوڑتے تھے، یہ حالت اس معراج والی حالت سے بہتر ہے و اللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ ○ اس میں بھی شہود تھا ۔ اعلیٰ درجہ کا شہود ۔

"مرشد شان ہدایت" ۔ نکی ماموں، منجھلے ماموں، چھوٹے ماموں سب جمع ہوئے ۔ "مرشد کوئی حکم دے تو اس کا کیا حکم ہے ؟" ایک صاحب بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ چالیس سال میں نبوت سے سرفراز ہوئے، اس لئے "فانی فی الرسول" مرشد بھی اگر اس صورت میں حکم دے جو سرکارؐ کی چالیس برس کے بعد تھی تو وہ قابل تعمیل ہے ۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ سرکارؐ میں جو مرشد فنا ہے اس کا حکم سرکارؐ کی کسی عمر کی صورت میں بھی ہو قابل تعمیل ہے ۔ تیسرے

صاحب نے کہا کہ "مرشد" چاہے خام ہو یا پختہ کار، مجذوب ہو تو کیا، سالک ہو تو کیا، چونکہ مرید کے لئے اس میں شان ہدایت ہے اس لئے اس کے لئے اس کی ہدایت کافی ہے" ---------- (حضرت قبلہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا جس کو سپرد قلم کرتے ہوئے اس میں راقم کے الفاظ بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس لئے احتیاط کے طور پر اس تمام واقعہ کو قوسین ہی میں لکھا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے۔ ایک شخص مرشد کی تلاش میں عمر بھر سرگرداں رہا، بالآخر اسے دق ہو گیا۔ ایک شہر کے پاس پہنچا اور دل میں یہ طے کر لیا کہ صبح جو دروازے سے پہلے پہل نکلے اس کا مرید ہو جاؤں گا۔ دیکھا تو ایک بجڑا نکلا۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ مجھے "مرید" کر لو۔ اس نے کہا کہ میں ایک گہنگار ہوں (مطلب یہ کہ تمہیں کیا ہدایت دوں گا) مگر اس آدمی نے نہ مانا۔ پھر اس آدمی کو خضر نظر آئے اور بولے کہ "میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں"۔ ان صاحب نے کہا کہ "پہلے آپ کہاں تھے؟ میں تو عرصے سے تلاش مرشد میں تھا۔ اب کیوں آئے؟ اب تو میں کچھ لوں گا تو اسی بجڑے سے، اسی کا مرید ہو کر"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بجڑے کو قطبیت سے سرفراز فرمایا اور یہ صاحب اس سے فیض یاب ہوئے)

"سرکارؐ کا احسان" ۔ ابو بکر ستر دفعہ مریں اور زندہ ہوں بھی تو رسول اللہ کا احسان (کہ اسلام ملا ایمان ملا) ادا نہیں ہو سکتا۔ انہوں (یعنی سرکارؐ) اپنی عنایت سے بولتے کہ "سب کا احسان ادا کیا مگر ابو بکر کا احسان ادا نہ ہو سکا"۔

۲۹/ اگست ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۳/ صفر ۱۳۷۸ھ

جو مصنف ہیں وہ "ربط" وغیرہ کا خیال رکھتے ہیں۔ اور جن کو "کشف" ہے وہ، جو ضرورت کی بات ہو، بول دیتے ہیں۔ بے ربطی کشف ہے (جو بہ ظاہر معلوم ہوتی ہے) ایک بات یاد رکھو! وہ یہ کہ ایک خیال کے بعد دوسرا خیال، دوسرے کے بعد تیسرا خیال بغیر ربط کے نہیں آتا ---------- ربط نہیں تو کیسے آیا؟ پہلے کے بعد تیسرا کیوں نہیں آیا؟ ---------- دنیا میں جو تمام حوادث (واقعات) ہو رہے ہیں،

ایک بعد دوسری چیزیں پیدا ہو رہی ہیں، ان میں ایک دوسرے سے ربط ہے، بے ربطی نہیں ہے۔ لطیف ہونے سے تم بے ربطی سمجھ رہے ہو ------ (قرآن کے اسلوب کا حوالہ دے کر پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں) بے ربطی جو نظر آتی ہے وہ بانکپن ہے۔

۲/ ستمبر ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۷/ صفر ۱۳۷۸ھ

"رضاو تسلیم" ۔ اللہ سے ناخوش ہوئے تو یہ "رضاو تسلیم" کے خلاف ہے۔ لیکن تکلیف سے، بیماری سے اور لوگوں کی بدسلوکی سے ناراض ہوئے تو یہ فطری بات ہے، رضاو تسلیم کے خلاف نہیں ------ "کھانے پینے اور دوسری تکلیفوں کا احساس کرنا" یہ نفس مطمئنہ کے خلاف نہیں۔ (کیوں کہ) اللہ سے تو ناخوش نہیں ہیں۔ "تیرے سامنے تیری شکایت! کس سے بولوں پھر؟"۔

"عیش ابلہ" ۔ عربی ضرب المثل ہے "عیش ابلہ"۔ بے وقوف کی زندگی بڑے آرام کی (یعنی بے فکری کی)

۳/ ستمبر ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۸/ صفر ۱۳۷۸ھ

"دیوانہ کتا کاٹے کی دعا" ۔ **انھم یکیدون کیداً واکید کیداً**

○ دیوانہ کتا کاٹنے پر آما ہاتھ میں لے کر مٹھیوں میں دباتے ہوئے یہ آیت پڑھیں تو اس میں کتے کا بال آئے گا ------ سانپ کے لئے بھی یہ پڑھ کر کنکر ماریں تو مرجائے گا۔

۶/ ستمبر ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۲۱/ صفر ۱۳۷۸ھ

"شفق" ۔ امام اعظم کے پاس "طلوع" کے مقابل "شفق" ہے۔ (یعنی صبح میں سورج کے طلوع ہونے سے قبل بھی اجالا رہتا ہے اور ویسے ہی غروب ہونے کے بعد بھی) تو امام اعظم غروب ہونے کے بعد کی سفیدی مراد لیتے ہیں (یعنی شفق سے)

۱۲/ ستمبر ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۷/ صفر ۱۳۷۸ھ

"غیب کی اقسام" ۔ غیب تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ ایک غیب یہ ہے کہ "اللہ کی حقیقت" ۔ وہ کسی کو نہیں معلوم ۔ جب احدیت میں رہے تو سب چیزیں چھوٹ جاتی ہیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ غیب کا علم اللہ پیغمبروں کو معلوم کراتا ہے ۔ یہ بھی علم غیب ہے۔

۳۔ یؤمنون بالغیب ۔ لمان لاتے ہیں غیب کی باتوں پر ۔ یعنی آپ ہم۔

جو جاہل، بے وقوف ہیں وہ کہتے ہیں کہ "غیب کی بات کسی کو معلوم ہے" جاننا، کہنا "شرک" ہے ۔ ارے "شرک" کیا ہے ؟ جانتے نہیں ۔ ان بے وقوفوں کے واسطے میں یہ کہتا ہوں، "جس کو علم غیب نہیں ہے وہ مسلمان نہیں" ۔ کیوں کہ جنت پر، قیامت پر، فرشتوں پر لمان، غیب پر ہی لمان ہے ------- وہ لوگ شدت سے کہتے ہیں کہ "غیب کا علم کسی کو نہیں" ۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ "غیب کا علم جس کو نہیں وہ مسلمان نہیں۔

"مادہ بے علم" ۔ میرے پاس ایک مسئلہ ہے ۔ مادیات کو علم نہیں۔

علم آتا ہے روح سے ۔ ہر جگہ پہنچ کر ایک نیا روپ، نیا نام اور نئی کیفیت لیکر آتا ہے۔

"ارادہ" ۔ وماتشاؤن الا ان یشاءاللہ (اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہتا ہے یعنی تم چاہ نہیں سکتے ۔ جب تک کہ اللہ نہ چاہے) یہ چاہنا ہی کیا ؟ ہم منہ سے ایک لفظ نہیں نکال سکتے جب تک کہ اللہ کے پاس سے نہ آئے ۔ (یعنی ہر شئے اور جو کچھ اس سے ظاہر ہو رہا ہے وہ عین ثابتہ کے مطابق ہے اور عین ثابتہ تو ہے ہی معلوم الہیٰ)

"ستاروں کے درمیان اور ذرات کے درمیان کشش" ۔

اصل سوال یہ ہے کہ "آسمان ہے کیا ؟" یہ یونانی فلسفے والے اور ان کی دم پکڑ کر پیچھے پیچھے چلنے والے اسے ایک ٹھوس قسم کی چیز سمجھتے ہیں ------ ایک ستارے کو دوسرے ستارے سے ایک قسم کا اتصال ہے (یعنی کشش کا) لیکن بعد (دوری) بھی

ہے ------ ارے یہ جو انسان کے جسم کے اجزاء ہیں، ان کے جو ذرات ہیں، ان میں سے ایک کے ساتھ دوسرے کو ایسی نسبت ہے جیسے ستاروں کو آپس میں۔ ان ذرات میں بھی کشش ہے۔ اس کشش کی وجہ سے آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ میرا ہاتھ ہے، یہ میری انگلی ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ متصل ہے (یعنی بالکل ملے ہوئے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ کشش ان کے ذریعہ ایک قسم کا اتصال ہے اور درمیان میں بعد بھی ہے)۔ آپ بول رہے ہیں میرا ہاتھ۔ اس کے اجزاء ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوئے ہیں۔ مگر خوردبین سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے ہزارہا ایٹم ہیں اور ایٹم کے بھی اجزاء ہیں۔ ایک دوسرے میں کشش ہونے کی وجہ ملے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ایک ایک ذرہ دوسرے سے مل کر ہاتھ بنا اب اس کشش کے لحاظ "ہاتھ" بولیں تو اس کا حکم الگ ہے۔ ایک بات کے اوپر توجہ کیجئے۔ وہ یہ کہ باوجود اس تفرق کے (یعنی اجزاء اور اس کے ذرات میں جدائی اور تفریق کے باوجود) اس کے اجزاء میں ارتباط کی وجہ ایک نام دیئے۔ (جدید تحقیق میں تو ایٹم کے ذرات میں بھی دوری ہے اور کشش ہے

"قیامت" ۔ آپ کا نظام شمسی تباہ ہو جائے تو یہ کب ضروری ہے کہ دوسرے نظام بھی برباد ہو جائیں ------ "قیامت" یہ کہ آپ جس سورج کے نظام کے تحت ہیں وہ نظام برباد ہو جائے۔ دوسرے آفتابوں کے ساتھ کیا ہو؟ اللہ جانتا ہے ------ ہمارے پاس کروڑہا کروڑ آفتاب ہیں اور ہر آفتاب کے تحت کئی عوالم۔

"ایک بزرگ" ۔ حضرت عبدالرزاق ہانسویؒ (بڑے پائے کے بزرگ تھے لیکن لکھنا پڑھنا نہ آتا۔ اس لئے ان کو امی هذه الامة کہا جاتا ہے ان کا ایک واقعہ ہے کہ) ایک کتاب تھی جس میں قرآن و حدیث اور دوسری عربی کی ملی ہوئی عبارت تھی۔ لوگ ان سے پوچھتے، ان کو سنا کر، تو وہ کہتے کہ "یہ کلام خدا ہے۔ اور یہ بھی کچھ

بہتر ہے، اور حدیث ہے۔ اور یہ باقی زٹل" حضرت امی مطلق تھے مگر اس کے باوجود وجدان سے پہچان گئے۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کیسے پہچانا؟ تو بولے کہ قرآن کا نور میں دیکھا کہ عرش تک جارہا ہے اور حدیث کا آسمان تک، باقی تو بیکار تھا۔

۲۵/ ستمبر ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۰/ ربیع اول ۱۳۷۸ھ

"قرآن سے ہار" ۔ "سبعہ معلقہ" کا ایک شاعر لبید بھی ہے۔ "سبعہ معلقات" عرب کے سات ممتاز ترین شعراء کی سات شاہکار نظمیں ہیں جن میں سے ہر ایک کو ان کے لکھنے والے نے الگ الگ اوقات میں چیلنج کے طور پر خانہ کعبہ پر لٹکا دیا تھا کہ کوئی اس جیسی زبان و بیان و فصاحت و بلاغت کی مثال تو پیش کرے۔ یہ لاجواب نظمیں اپنے دعویٰ کے ساتھ لٹکتی رہیں اور کوئی ان کا جواب دینے کی ہمت بھی نہ کر سکا۔ انہیں سات شاہکاروں کے لکھنے والوں میں سے ایک شاعر لبید بھی تھا جو مسلمان بھی ہو گیا تھا) حضرت عمرؓ نے (اپنے عہد خلافت میں) اسے کہلا بھیجا کہ اسلام لانے کے بعد جو لکھا ہے وہ بھیجے۔ اس نے کہا کہ جب سے قرآن دیکھا ہوں شاعری چھوڑ دیا ہوں بیٹی کو بولا کہ تو کچھ لکھ کر دے دے۔ (اس کی بیٹی بھی اعلیٰ درجہ کی شاعرہ تھی) ------ حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کے زمانے کے اشعار میں کیا فرق پیدا ہوا ہے؟ (یعنی جاہلیت کی شاعری کے مقابل اسلام لانے کے بعد اس میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟)

۱۰/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

"زمانہ فترت کا حکم" ۔ یاد رکھو! اللہ میاں، آدمی کو اس کے علم کے اوپر گرفت کرتا ہے۔ جو لوگ "فترت" کے زمانے میں تھے یعنی کوئی پیغمبر اس زمانے میں نہ ہوئے تھے، ایسے لوگوں کو اللہ حکم دے گا کہ دوزخ میں جاؤ۔ جو جانے آمادہ ہو جائیں گے۔ انہیں بخش دے گا اور جو حجت کرنے لگیں گے انہیں عذاب دے گا۔

"بھلائی کو عام کرنا" ۔ مجھے جو اچھی چیز معلوم ہوئی اسے فوراً عام کر دیتا ہوں ۔ ہمارے پاس فعل متعدی ہے فعل لازم نہیں ۔ "خیر"، متعدی ہونا جی !

۱۳/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۲۸/ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

"میقات کا مسئلہ" ۔ اچھا ! ایک بات بولتا ہوں، یاد رکھو ! بہت سے لوگ حج کو جاتے وقت مدینہ سے احرام باندھتے ہیں، بعض یلملم کے پاس ۔ آج کل ہوائی جہاز سے جاتا ہے آدمی تو اب کیا کرنا ؟ میں کیا کیا ؟ مقام حج سے چار طرف کے میقات دیکھ لیا ۔ دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ کم سے کم ڈھائی میل ہے ۔ تو ڈھائی میل دور سے باندھ لیں ۔ (مطلب یہ کہ میقاتوں کے راستے سے جانے پر تو مقررہ میقاتوں پر ہی احرام باندھا جائے گا ۔ لیکن ان راستوں کے علاوہ اور کسی سمت سے جائیں تو ڈھائی میل کی دوری پر احرام باندھ لیں ۔ ہوائی سفر کرنے والے راست جدہ پہنچ جاتے ہیں ۔ اس لئے جدہ سے جائیں تو جدہ ہی ان کے لئے میقات ہے ۔ وہ جدہ میں ہی احرام باندھ سکتے ہیں)

"حج بدل" ۔ ایک اور بات یاد رکھنے کی ہے ۔ لوگ "حج بدل" کرتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ کرتے جو ایکبار حج کر چکے ہوں ۔ بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی حج واجب آجاتا ہے ۔ (یعنی اگر پہلے حج نہ کیا ہوا شخص حج بدل کرنے جائے تو وہاں جاکر بیت اللہ کو دیکھتے ہی اس پر حج واجب آجاتا ہے ۔ لہذا اب وہ جو بھی حج کرے گا وہ اس کا اپنا ہوگا ۔ حج بدل نہیں ہوگا ۔) (حج بدل کے بارے میں) بعض لوگ بولتے ہیں جس مقام سے وہ حج کو نکلا تھا اس مقام سے جو خرچہ نکلتا ہے وہ دینا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہیں رہنے والوں کو دو تہمد اور دو چار دن کا کھانا دے دیتے ہیں ۔ (یہ صحیح نہیں) کل خرچ دینا ۔ (یعنی متوفی کے مقام سے جانے آنے کھانے کا)

۱۵/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز چہارشنبہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"تمام پیغمبروں کی ایک ہی تعلیم" ۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پیغمبر صحیح

بولتا ہے۔ جتنے سچ بولنے والے ہیں ایک ہی بات بولتے ہیں۔ سچ تو کئی قسم کا نہیں ہو سکتا، جھوٹ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ تو تمام پیغمبر جو واقعہ کے مطابق بولتے ہیں تو اللہ کے متعلق سب ایک بات بولے ------- چند قواعد ایسے رہتے ہیں جیسے "علوم متعارفہ"، یہ سب کے پاس ایک ہی رہتے ہیں۔ جیسے چوری مت کرو، وغیرہ۔

"ضرب المثل آیتیں ایک سے زیادہ بار آسکتی ہیں" ۔ تلک امة قد خلت الخ، یہ آیت ضرب المثل ہے۔ ضرب المثل کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک سے زیادہ مرتبہ کیوں آئی ؟

"قرآن شریف کی خاصیت" ۔ قرآن شریف کی ایک خاصیت ہے۔ میں قرآن پڑھتا ہوں اور ایک لفظ غلط ذہن میں آتا ہے تو ایک بے اطمینانی رہتی ہے۔ جب تک وہ صحیح لفظ زبان پر نہیں آتا اس وقت تک اطمینان نہیں آتا۔ (یہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت ہے) ایک ہارمونی (Harmuny) ہے جی قرآن میں !۔

"قرآن کا ترجمہ کرتے وقت اہم احتیاط" ۔ ایک اور بات یاد رکھنے کی ہے۔ یہ "محاورہ" ! یہ "ضرب المثل" ! (یعنی قرآن کے ترجمہ کے وقت اس کا استعمال کریں تو) آپ کو یہ تو سمجھنا چاہیے کہ "محاورہ" ہے تو عالموں کا ہے یا جاہلوں کا یا عورتوں کا ؟ اگر وہ جاہلوں کا محاورہ ہے تو اگر اس کے ذریعہ قرآن کا ترجمہ کریں تو قرآن کی عظمت باقی نہیں رہتی۔

"بیت المقدس" ۔ بیت المقدّس بھی صحیح ہے، بیت المقدّس بھی صحیح ہے (اور بیت المقدِس بھی)

"عام حکم کی تخصیص" ۔ اپنے دل سے تخصیص نہ کرو، عام کو عام رہنے دو۔ اللہ عام حکم دیتا ہے تم اپنی طرف سے خاص کرتے ہو ؟

"لنعلم" ۔ اللہ میاں کی ایک عادت ہے۔ عامۃ الناس کو مخاطب

کرتے ہیں بلا تخصیص احدے، اور بولتے ہیں "ہم" ---- لنعلم۔ تاکہ ہم سب کو معلوم ہو جائے۔

"سرکاری طور سے حکم" ۔ ایک بات یاد رکھو! وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ سکھادیا (معلوم کرادیا) مگر چونکہ سرکاری طور پر احکام نہیں آئے اس لئے انتظار تھا کہ حکم اب آتا، اب آتا ------- قدنریٰ تقلب وجھک فی السماء۔ (ہم نے دیکھ لیا ہے آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف بار بار پھرنا)۔

"تبدیلی قبلہ کی روایت ہے"۔ "خبر احاد" ۔ ایک بات یاد رکھو! وہ یہ ہے کہ "مسجد قبلتین" ایک مسجد ہے۔ ایک صحابی نے سرکارؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری مسجد کے پاس جاکر بولے (یعنی اطلاع دی)۔ صرف ایک آدمی تھے روایت کرنے والے۔ تو وہاں کے سب کے سب منہ پھیر لیے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ خبر احاد موجب یقین کیسے ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے میرے پاس کہ، تم بات کو سمجھتے نہیں، "معیار شہادت" میرے پاس یہ ہے کہ آدمی کو یقین آجائے -------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ہیں دو میل پر، وہ کیسے جرأت کر سکتے کہ جھوٹ بولیں اور قبلہ سے ہٹادیں؟ (گویا "قرینہ" یقین کے لئے کافی تھا۔ خود کہنے والے کا بھی اعتماد تھا۔ پھر سرکارؐ کے ذریعہ ان لوگوں کو بھی علم تھا کہ قبلہ تبدیل ہونے والا ہے۔ بہرحال "قرینہ" سے خبر احاد بھی قابل یقین ہے۔ جیسے کہ ایک ہندو دایہ زچگی کے بعد بچہ کو لے کر باہر نکلتی ہے اور صرف اس کی شہادت ہے کہ "یہ فلاں کا بچہ ہے" تو اس کی یہ شہادت قرینہ کا لحاظ کرتے قابل یقین ہے۔

"پریشانیوں میں پڑھنے کی آیت" ۔ وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ (یہ آیت پریشانیوں میں پڑھنے کے لئے حبیب بھائی کو فرمایا۔)

۲۰/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۶/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"میاں بیوی میں محبت کے لئے آیت" ۔ یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ یہ آیت لکھ کر دئے تو میاں بیوی میں محبت پیدا ہوجاتی ہے۔

"فنائیت، دھوکا" ۔ بعض لوگوں کو دھوکا لگا ہے کہ خدا اور بندہ جدا ہے، لیکن کثرت سے یاد کرنے سے بد عقلی آگئی ہے۔ (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت ذکر سے عقل میں خرابی آگئی ہے کہ اپنی ہستی کو بھی نیست سمجھنے لگتا ہے۔ صرف اللہ کے وجود کا احساس باقی رہ جاتا ہے۔ ایک قسم کی محویت و فنائیت آجاتی ہے۔ ان لوگوں کی رائے کو "دھوکا لگا ہے" فرمایا۔ کیوں کہ "کثرت ذکر" کا تو اللہ نے حکم دیا اور اس میں فلاح ہے نہ کہ بد عقلی ؟ (واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ○)

"فنائیت سے قریب کی حالت، منصور کی کیفیت" ۔ فنائیت سے قریب میں ایک حالت انسان پر ہوتی ہے۔ بس وہ آسمان زمین کو نیچے اوپر کر دیتی ہے۔ فنائیت سے قریب جو حالت ہوتی ہا وہی گڑبڑ کر دیتی ہے۔ "فنائیت" تو ہے ہی نہیں۔ منصور کی کیفیت یہی ہے۔ فنائیت سے قریب کے لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ پڑتی ہے ذات الٰہی پر، مگر اپنا خیال بھی رہتا۔

"بد عقلی" ۔ فنائیت کے قریب کی حالت کو "بد عقلی" اس واسطے بول رہا ہوں میں کہ "میں بھی ہوں" سمجھتا ------ عربی میں "عقال" بولتے "پاؤں باندھنے والی کو (العقل عقال) عقل عقال ہے"۔ روکتی ہے۔ فنا ہونے نہیں دیتی ------ اللہ میاں کا ایک احسان یہ ہے کہ اتنا بڈھا ہو گیا ہوں مگر عقل بہک رہی نہیں۔

"اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں" ۔ مجھے آج کل ایک عجیب قسم کی حالت ہو گئی ہے۔ یہ دنیا" ہے "(موجود) بولے تو ناگوار گزرتا۔

۲۳/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۹/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"ابو الکلام سے ملا" ۔ **"الحر بالحر والعبد بالعبد ..... الخ"** (اس میں جو "با" ہے) باء عوض نہیں، باء سببیت ہے۔ (یعنی آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام" یہ معنی نہیں) اس کے معنی کے لئے میں بہت پریشان رہا۔ "بہا بکو" (ابو الکلام کا ہندی ترجمہ) کے پاس ملا۔

"قرآن کے الفاظ" ۔ میں قرآن کے الفاظ کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ مذہب کہاں سے ملتا؟ یہ قرآن کے الفاظ سے۔ "وصیت" واجب ہے۔ (قرآن میں "کتب علیکم" ہے) الفاظ قرآن کی تعمیل میں کچھ تو دینا ------ ساری دنیا سے لڑوں گا میں۔ مگر محمد رسول اللہ کے پاس جو الفاظ ہیں، نہیں چھوڑتا میں، وہ الفاظ نہیں چھوڑتا۔ (یعنی تاویل کر کے اس حکم کو توریث کی آیت سے پہلے کا عارضی حکم نہیں سمجھتا) ------ کچھ تو دے نیت کر کم بخت! تاکہ واجب ادا ہو جائے۔

"قاتل کو معافی یا سزا" ۔ (سوال کیا گیا کہ اگر مقتول کے ورثاء کو معاف کر دیں لیکن حاکم اس کو چھوڑنا مناسب نہ سمجھے تو؟ ------ فرمایا کہ) یہ مسئلہ "فقہ" کا نہیں "سیاست" کا ہے۔ امیر معاویہ کا ہے حضرت علی کا نہیں۔

۲۴/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" ۔ (اس کی تفسیر میں کئی قسم کے خیال ہیں) (۱) ایک بات تو یہ ہوئی کہ پیسے والے کو چاہیے کہ روزے کے بدلے کھانا کھلا دے۔ قضا کہاں کی اب؟ کھانا کھلا دے (اس خیال کے تحت اس کو منسوخ کہنے پر مجبور ہوئے تھے) (۲) (دوسرا خیال) یہ کہ اس سے مراد فطرہ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب بولتے ہیں کہ "ہ" کی ضمیر "فدیۃ طعام مسکین" کی طرف ہے (یعنی یطیقونہ میں ہ کی ضمیر) "جس کو فطرہ دینے کی قوت ہے" ------ مگر اس کی آیتوں کو پڑھ کے دیکھو، کبھی نہیں نکلتا فطرہ ہے بول کے،

ضمیر کو مرجع سے پہلے نہیں لاسکتے۔ مگر جار د مجرور میں، ہو سکتا ہے۔ (۳) (تیسرا خیال) یہ کہ استطاعت رکھتے ہیں مگر بیمار ہیں یا سفر پر ہیں تو اس وقت تو روزہ نہیں رکھنے کی وجہ سے کھانا کھلاؤ اور پھر بیماری ختم ہو گئی یا سفر کا زمانہ گزر گیا تو روزہ رکھنا۔ وعلیٰ الذین یطیقونه " میں تو اس سے روزہ ہی سمجھ رہا ہوں، یعنی روزہ کی طاقت ہے، صحت مند ہے۔ مگر مسافر ہے، بیمار ہے تو اس کے ساتھ رعایت کی گئی کہ وہ روزہ کے بدلے مسکین کو کھلادے۔ عارضی حکم (یعنی عذر) کی وجہ سے روزہ چھوڑے ہیں تو اول کھانا بھی کھلانا (یا کھانا یا کھانے کی قیمت دے دینا) اور چونکہ (بعد میں) اللہ تندرست اور طاقت ور کر دیا ہے اس لئے روزہ رکھنا۔ (۴) بعض لوگ "وعلی الذین یطیقونه" کے معنیٰ "لایطیقونه" باب افعال کے لیتے۔ (اور جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے) باب افعال کی سلب کی خاصیت سے یہ معنی ہوئے۔ "وعلی الذین یطیقونه" جو بہ دقت روزہ رکھ سکتے ہیں"۔ بہرحال رمضان میں جو روزہ نہ رکھے، عام اس سے کہ قوت ہے یا نہیں یا شیخ فانی ہے۔ (شیخ فانی = ایسا بوڑھا جو مرنے کے قریب ہو) ایک وقت کا کھانا تو کسی بھی طرح کھلادے اور اگر کھانا کھلادیئے تھے پھر تندرست ہو گئے تو اس کی قضا کرو۔

۲۵/اکتوبر ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۱/ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"حیلۂ شرعی" ۔ حیلۂ شرعی بھی دو قسم کا ہے۔ ایک تو یہ کہ فقط اپنے آرام کے لئے حیلہ کر رہے ہیں (مثلاً حقِ شفعہ کے معاملے میں) گھر بک رہا ہے، ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک ہاتھ کی لمبی چیری جدا کر دیئے ہیں (اس کی بڑی قیمت رکھے تاکہ ہمسایہ اس کو خرید نہ سکے اور اس کے بعد کی ساری زمین کسی اور کو بیچی جاسکے اب اس کو "حقِ شفعہ" نہیں رہے گا۔ "حق شفعہ" پڑوس کے حق کو کہتے ہیں۔ مکان یا زمین بک رہی ہو تو شرع نے پڑوسی کو حق دیا ہے کہ وہ اگر خریدنا چاہتا ہو تو کوئی دوسرا نہیں خرید سکتا۔ اس "حق شفعہ" کی قانونی حیثیت سے بچنے کے

لئے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ زیر فروخت مکان یا زمین کی ہاتھ بھر چوڑی پٹی زیادہ قیمت مقرر کرے چھوڑ دیتے ہیں اس کے بعد کا حصہ جیسے اور جس کو چاہیں فروخت کر دیتے ہیں۔ پڑوسی کو اس زمین پر "حق شفعہ" نہیں رہتا۔ اسے تو اس کے متصل زمین پر "حق شفعہ" ہوتا ہے اور وہ تو زمین کی پتلی سی پٹی ہے وہ بھی مہنگی۔ اس کو ہمسایہ کیسے لے گا، اتنا مہنگا؟ (شرع کی رو سے ایسے حیلہ اور بہانہ میں کوئی روک نہیں۔ اس لئے یہ حیلہ، شرعی تو ہے لیکن "غیر مستحسن" (یعنی ناپسندیدہ) دوسرا حیلہ، شرعی "مستحسن" ہے جیسے کہ ایوب علیہ السلام کی بیوی کو شیطان نے حکیم کے بھیس میں کچھ علاج بتلایا یہ بات جب ایوب علیہ السلام کے علم میں آئی تو آپ نے کہا "نکل! کیسا لائی شیطان کی بات میرے پاس؟ میں تجھے سو لکڑیاں ماروں گا"۔ مگر چونکہ بیوی بھی مخلص تھیں اس لئے صحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیلہ نکالا کہ سو کاڑیوں کو ملا کر اس سے ایک بار بیوی کو مار دیں۔ چونکہ پیغمبر کی زبان سے نکل چکا تھا۔ اس لئے اس کی تعمیل لازمی تھی۔

۲۸/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"تجوید کی ایک غلطی" ۔ ایک غلطی بہت لوگ کرتے ہیں "فی یومین" تشدید ہو جاتی (فی کو جلدی بولتے ہیں) لانبا ہونا چاہیے ورنہ مد طبعی قایم نہیں رہتا۔

"حج کے قیام کا ذکر" ۔ ہم لوگ حج کو گئے تھے (سنہ) فخر یار جنگ، پاشاہ میاں (یعنی قادری چمن کے مولانا پاشاہ حسینی صاحب) یہ لوگ ایک مسجد کے پاس گھر کرائے سے لئے تھے۔ اور ہم فقیر لوگ! گھر کہاں؟ ہارون خاں شیروانی ساتھ تھے۔ ان کی بیوی کیا کرتے! ہمارا اور ان کا سب کا کھانا پکا کے بھیجتے۔ انہوں (وہ لوگ) مسجد کے پاس جگہ لئے تو اس کا نتیجہ کیا ہوا! جو آدمی مرا، اس کی نماز پڑھانے وہاں لاتے ۔۔۔۔۔ ابھی دیکھا ایک آدمی چل رہا ہے۔ یوں چکر کھایا اور

گرا۔

"اللہ میاں کا معاملہ" ۔ مجھے کبھی ایسا ہوتا ہے میاں! سانس رک جاتی ------ ایک مسئلہ یہ ہے" تم کو اچھا نہیں معلوم ہوا تو کیا؟ اللہ میاں کو تو اچھا معلوم ہو رہا ہے ------ ان میں "محبوبیت" ہے (اللہ میاں میں) انہوں کا ہیکو تڑپیں گے؟ تڑپیں ان کے دشمن ------ اللہ میاں کے پاس علم ہے، ہمارے پاس احساس ہے۔

۳۰/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"اللہ کو بندوں سے محبت" ۔ اللہ تعالیٰ کو بے شک "حب ذاتی" ہے۔ حدیث شریف ہے کہ دوزخ میں تو رہیں گے (دوزخی) مگر وہاں ایک خود رو بھاجی پیدا ہو جائے گی۔ (جسے کافر یعنی دوزخی کھائیں گے) ان کو بھی ایک قسم کی راحت پیدا ہو گی۔ (دوزخیوں پر مدت دراز گزرنے کے بعد یہ کیفیت ہو گی)

"دنیا آخرت کی کھیتی اور آخرت دنیا کا انلارجمنٹ" (Enlargement) ۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ یہ دنیا مزرعۃ الاخرۃ" ہے (آخرت کی کھیتی کہ جو یہاں بوئے گا وہی فصل آخرت میں کاٹے گا)۔ آخرت میں وہی ہو گا جو یہاں ہو رہا ہے۔ مگر معلوم ہو جائے گا کہ اصلی کیا چیز تھی؟ مثلاً اس دنیا میں حرام کا پیسہ کھائے۔ یہی وہاں آگ یا سانپ، بچھو کی شکل میں آئے گا۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ "جو یہاں اندھا، وہاں بھی اندھا" **ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلاً** ۔ میں کئی دفعہ بولا ہوں کہ دنیا کے لئے آخرت کیسی ہے؟ انلارجمنٹ ہے۔ انلارجمنٹ کے اندر وہی چیز دکھائی دے گی جو تصویر میں ہے۔

"دوزخ میں دھمال" ۔ ایک وقت کیا ہوا! ہمارے حضرت کا ایک شعر ہے۔ دوزخ میں کھیلے ہے دھمال = تو اس کے فقیر کو جانے کیا (دھمال یعنی آگ پر

کود پھاند کا کھیل) تو ایک دفعہ مجھے دوزخ بتائے۔ میں کیا کیا ؟ دوزخ میں کودا۔ اب وہاں سے نکلنے کے لئے کتنا ہی، روحانی طور زور کیا، دوڑا، کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے اندر ہی۔ عاجز ہو کر مرشد کو پکارا۔ میں بولا حضرت! یہ آپ کا شعر نہیں ہے کیا ؟۔ دوزخ میں کھیلے ہے دھمال تو اس کے فقیر کو جانے کیا ؟۔ ایسا بولے بھلے آدمی " تم تو دوزخ کی آگ پر غالب ہونے والے! تم تو بڑی بڑی قوت رکھتے ہیں! تم "فقیر" کہاں ؟ تم تو بڑی قوت لے کر اللہ کے غضب کی قوت سے مقابلہ کرتے "۔ "میں فقیر!"۔ کہاں ہے تمہارے پاس فقیری ؟ تمہارے پاس زور ہے، قوت ہے۔ (یعنی فقیر کے پاس تو کچھ نہیں ہوتا۔ نہ ارادہ نہ قوت) "جزیامؤمن فان نورک یطفئنی" (دور رہ اے مومن کہ تیرا نور مجھے بجھائے ڈالتا ہے) "اس حدیث کے معنی کیا سمجھے ؟ تم تو دوزخ کو بجھا ڈالنے والے ہیں۔ اللہ کے نام کے اوپر کسی کا نام غالب نہیں آئے گا تم "مومن" بنو۔ اللہ کی صفت جو امن دینے کی ہے اس کا مظہر بنو، جب ہوتا۔ "میں ایسا ہوں" (یعنی اپنی خوبی اور اپنی قوت کا خیال ہے) ------ خدا کے رحم کو اگر خدا کے غضب پر استعمال کرتے، تو اس میں یہ خاصیت ہے کہ وہ غضب خدا کو ٹھنڈا کر دے سکتا ہے ------- حضرت فرمائے، "مؤمن" اللہ کا نام ہے۔ مومن کی جب تجلی ہوگی تو وہ دوزخ ہار جائے گی۔ اول "مومن" کی صفت تو پیدا کرو ------ "کرنا کیا" (حضرت قبلہ نے حضرت خواجہ سے یعنی اپنے مرشد سے پوچھا) تو ایسا فرمائے کہ یہ جو ہے شیطان اور شیطان کی آل گوپال، یہ سب شخصیت پسند ہیں۔ فنا کر دینا (یعنی خود کو) عبد مومن کا کام ہے۔ "مومن" کی تجلی ہوئی تو ہوتا، نہیں تو نہیں ------ اس کے اوپر غالب آنے کے واسطے اس کا الہام ہوتا۔

"اہل کتاب" ۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اب اصل اہل کتاب رہے نہیں۔

"کافر" ۔ "کفر" کے معنی انکار کے ہیں۔ جو سرکار کو نہیں مانے وہ کافر ہے ------- "کافر" کا لفظ عام ہے مسلمان بھی کسی ایک رکن سے انکار کرے تو کافر

ہے، دوسروں کا کیا ؟ ------ "ان کو روزوں کی بیماری ہو گئی" ۔ "نماز کا خبط ہو گیا" ۔ یہ کفر ہی کے کلمات ہیں ۔

۳۱/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۱۷/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"حائضہ سے پرہیز" ۔ ہاتھ مت لگاؤ کے معنی نہیں ۔ "پاس مت جاؤ" بولے تو (اس کے معنی) "پرہیز کرو ۔ ایک کٹورے میں پانی پی سکتے ہیں -------- ارے ! ہمارا مالک نہیں کیا ؟ -------- سور المؤمنین شفاء ۔ (حدیث شریف) سور = پس خوردہ، جھوٹا (یعنی مسلمانوں کا جھوٹا شفاء ہے) عیسائیوں کے پاس حیض کے زمانے میں بھی ملنے کی اجازت ہے ۔ (مطلب یہ نہیں کہ اللہ کی اجازت ہے بلکہ ان کے رواج اور تہذیب میں یہ بات ہے) عیسائیوں کے پاس ضرورت سے زیادہ جنٹلنی آگئی ہے ۔

ایک عورت حائضہ ہے ۔ تو اب اس کے پاس ؟ (یعنی صحبت کے لئے کیسے جاسکتے ؟) "نیک العاوت" کے سوا دوسرے میں دخول کامل نہیں ہوتا -------- عورت حاملہ ہے تو حتی الامکان اس کو تکلیف کے درجہ کو مت پہنچاؤ -------- حائضہ ہے تو، "ہاتھ مت لگاؤ" تھوڑا ہی ہے ؟ -------- یہ جتنے "جراثیم جراثیم" پکارتے نا، مصیبت میں ہیں ۔ (یعنی یہ سمجھنا کہ حائضہ کے پاس نجاست یا بیماری کے جراثیم ہوں گے اپنے آپ مصیبت مول لینا ہے)

"انی شئتم" ۔ (قرآنی آیت ہے ۔ نساء کم حرث لکم ۔ فاتوا حرثکم انی شئتم ○ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو جاؤ) انی دو معنوں میں آتا ہے ۔ ایک کیف اور دوسرے من ای مقام (اب "انی شئتم" کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ "تم جس طرح چاہو" اور "تم جس طرف سے چاہو" ۔ چنانچہ بہانہ بازوں نے "تم جس طرف سے چاہو" کے معنی اختیار کر کے بے ہودگی پر استدلال کیا ہے اس مغالطہ کا بھانڈا پھوڑتے ہوئے حضرت

قید فرماتے ہیں) انی کے بعد فعل آئے تو کیف کے معنی دیتا ہے۔ (اور یہاں انی کے بعد فعل مشئتم آگیا ہے) (تو اب معنی ہوں گے "تم جس طرح چاہو"۔)

"حضرت قبلہ کا امتیاز" ۔ میرے پاس دو باتیں ہیں۔ ایک تو طبیعت منطقی ہے۔ دوسرے ادب پر عبور۔ منطق اور ادب۔

یکم نومبر ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"علم اوپر سے آتا ہے" ۔ مادہ کی خاصیت میں علم ہے ہی نہیں۔ علم جو آتا ہے، اوپر سے آتا ہے۔ اللہ کی طرف ہی سے آتا، مگر اس کی حیثیت کے مطابق آتا یا اس کی حیثیت کے مطابق بن جاتا ہے۔

"الزانی والزانیۃ" ۔ اس آیت کے معنی یہ لینا کہ (زانیہ = زنا کرنے والی نہیں بلکہ) اعانت کرتی ہے (زنا پر راضی ہوتی ہے) زنا پر راضی ہونے والی عورت کو زناکار کا کہا گیا ہے ------- "زنا" عورت نہیں کرتی بلکہ موقع دیتی ہے (فاعل تو مرد ہے) "اک نامرد ہے"، (ایسی صورت میں عورت ہزار چاہے تو کرتی کیا وہ؟)

"طلاق، رجوع کا اختیار" ۔ جیسا مرد رجوع کر لیتا ہے، ویسا ہی عورت بھی رجوع کر لیتی ہے، ایسا نہیں۔ بلکہ مرد رجوع کر لے تو عورت انکار نہیں کر سکتی۔ (یہ "طلاق رجعی" میں ہے) ------- "طلاق بائن" میں عورت کو حق ہے کہ نہیں مانتی ------- (یعنی تجدید نکاح کر کے ساتھ رہنے راضی نہیں ہونے کا حق ہے) (طلاق رجعی اور طلاق بائن میں تمیز) الفاظ کی قوت کے اوپر ہے۔ ایک آدمی بولا "تیرے اوپر پہاڑ برابر طلاق ہے تو یہ "طلاق بائن" ہے۔ (گو کہ) ایک ہی طلاق ہے۔ زور جو دیا گیا ہے اسی کا ------- "گھر سے چلی جاؤ"۔ (بولے تو کیسا موقع تھا اس کا خیال رکھنا۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ بولتے مگر اس کے معنی ہمیشہ کے واسطے جدا ہونے کے نہیں رہتے۔ بلکہ (مطلب یہ کہ) "مجھے غصہ

ہے تمہیں مار نہ بیٹھوں سامنے سے ہٹ جاؤ" ------- بولنے والے سے اس کا مطلب پوچھنا۔ یا اس مقام کا محاورہ دیکھنا ------ محاورات "طلاق بتہ" (پکی طلاق) پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر کہنے والے کے قول میں فورس (Force) ہے تو اس کے فورس کو ہم بیکار نہیں کریں گے۔

"کمانا مرد کا فرض، نفقہ عورت کا حق" ۔ اگر خاوند نکھٹو ہے، کماتا نہیں ہے تو عورت کو حق ہے کہ قاضی سے کہے کہ "یہ نفقہ نہیں دیتا اس کے واسطے حکم مناسب دو"۔ ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کے، کھانے کے پیسے دو بولے تو نہیں ہوتا (ماں باپ کے گھر جا کے بیٹھ جانے والی عورت کو "ناشزہ" کہتے ہیں اور اس مدت کو زمانہ "نشوز" کہتے ہیں۔ اس مدت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں) ------ میرا ماٹو ہے کہ عورت کمانے کے واسطے پیدا نہیں ہوئی۔ اس واسطے کہ اس کو حمل رہتا، وغیرہ وغیرہ۔ کمانا عورت کا فرض نہیں (کمانا کھلانا مرد کا فرض)۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو پیسہ صرف کرتا اس کو حکومت کا حق ہے۔ مزدور ہو کہ ڈاکٹر! (ہر ایک اپنی اپنی حیثیت سے خرچ کرتا ہے۔ اس لئے مرد کا حکم بھی چلتا ہے۔ لیکن نکاح کے معاہدہ میں دونوں فریق مساوی اختیار رکھتے ہیں) معاہدہ میں، مرد ہو یا عورت (برابر حق رکھتے ہیں اس لئے کہ) معاہدہ وقت کا ہے ------ وقت دیتی ہے نا عورت اپنا۔ دنیا میں معاہدے اسی اصول پر ہیں کہ ایک اپنا وقت دیتا ہے ایک اپنا پیسہ۔

۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء روز جمعہ ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

"غلام سے سلوک" اور "حاکم کی اہمیت" ۔ (فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیراً ○) بے شک اللہ میاں حکم دیتے کہ "غلام مہذب ہوا ہے تو ان کو نوشتہ لکھ دو (یعنی مکاتب بنالو اور آزاد کر دینے کا واجبی شرائط پر معاہدہ لکھ دو) فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیراً۔ کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک اخلاقی حکم ہے (وجوب کا حکم نہیں) -------- میرے پاس غلامی دائمی چیز نہیں ہے۔ اسلام

ہمیشہ یہ کوشش کرتا کہ کسی طرح غلام آزاد ہوجائے۔ (لہذا مختلف سزاؤں اور کفاروں میں غلام آزاد کرنے کا حکم ہے) ------ حاکم (اسلامی حاکم) پر اس کا فیصلہ چھوڑنا، حاکم اگر فیصلہ کرے کہ وہ مہذب ہے تو آزاد کر دینا (یا آزادی کا نوشتہ لکھ دینا) ------- آقا زیادہ ظلم و زیادتی کرے تو بھی غلام حاکم کے پاس رجوع ہو سکتا ہے ------- ہمارے پاس تو حاکم ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ جہاں دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا، وہاں حاکم فیصلہ کرے گا، کسی فریق کی بھی رائے کی اہمیت نہیں۔

۲۰/ نومبر ۱۹۵۸ء روز پنجشنبہ ۸/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"اسلامی حاکم اور معیار شہادت" ۔ ایک بات یاد رکھو! بعض قواعد عام حالات کے مطابق ہوتے ہیں، بعض حالات سبب بنتے ہیں کسی حکم خاص کے ------- فرض کرو کسی شخص کی بیوی کے سامنے ڈاکو اس کے شوہر کو مار ڈالتا ہے۔ وہاں دو گواہ کہاں؟ عورت (واحد گواہ) بھی مدعی بن گئی۔ ان سب معاملات میں حاکم کو اپنی سمجھ سے کام لینا پڑتا ہے۔ ہمارے پاس حاکم کا بڑا مرتبہ ہے۔ اس کی دیانت پر دنیا چلتی ہے ------- میں یہ کہہ رہا ہوں کہ شہادت اس لئے لی جاتی ہے کہ حاکم کو یا جسے یقین دلانا چاہتے ہیں اسے یقین ہوجائے ------- (ایک غیر مسلم دایہ کی تنہا گواہی بھی) فطری طور پر آدمی قبول کر لیتا۔ حالانکہ اس مثال گواہ میں غیر مسلم ہے، عورت ہے اور ایک ہے، مگر فطری طور پر اسے یقین ہو گیا ------- خاص حالات میں چونکہ شہادت کا عام معیار برقرار نہیں رہتا اس لئے اس میں حاکم کی رائے کو بڑا دخل ہے ------- "حاکم" بولے تو ایک فضول چیز سمجھتے۔ نہیں میاں! ہمارے پاس حاکم کا بڑا رتبہ ہے ------- (گواہی کے لئے) خاص صورتوں میں ایک مرد یا عورت بھی کافی ہے۔ خاص صورتوں میں چار ہونا، خاص صورت میں "جم غفیر" ہونا (یعنی خاص صورتیں کئی قسم کی ہیں)۔ ایک بچہ

دوڑ کر آیا کہ "گھر کو آگ لگی ہے"۔ تو اس کی حالت دیکھ کر آپ بھی یقین کر لیں گے ------- واقعہ جیسا دور ہوتا گیا (یعنی جتنے زیادہ عرصہ کا واقعہ ہو) اتنی ہی کمزوری شہادت میں آئے گی (اس لئے دیکھیں گے) متواتر ہونا چاہیے (وہ گواہی)

"اسلامی مملکت کے صدر یا خلیفہ کا انتخاب اور حق رائے دہی" ۔ (اسلامی مملکت کا صدر یا خلیفہ) وراثتاً نہ ہو بلکہ قوم کا منتخب ہو (دیانت داری سے کیا جائے تو باپ کی جگہ بیٹے کا انتخاب بھی درست ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ) خلیفہ۔ وقت اپنا جانشین قوم میں سے کسی کو منتخب کر لیتا ہے اور قوم بھی اسے قبول کر لیتی ہے (حق رائے دہی کے لئے) رائے دینے والا صاحب علم ہو۔ سند یافتہ یا غیر سند یافتہ مگر صاحب فہم و معاملہ فہم، یا صاحب فن ہو (کسی فن کا ماہر یا کاریگر) قابل اعتبار (درست کردار کا حامل ہو) بالغ ہو۔ لیکن بعض وقت استثنائی شکل بھی ہے۔ مسلم ہو۔ لیکن اس میں بھی استثنائی شکل ہے کہ اگر حاکم چاہے تو غیر مسلم سے بھی مشورہ لیا جا سکتا ہے -------- میری رائے یہ ہے کہ رائے کی حد تک غیر مسلم سے بھی لے سکتے ہیں۔ البتہ حاکم نہیں بنا سکتے ------- (حق رائے دہی کے لئے) میرے پاس موجودہ زمانے کا لحاظ کرتے عمر کو بھی دخل ہے اور امتحانات کو بھی (یعنی معیار قابلیت) تجربہ بھی ------ کہاں کہاں کام کئے؟ کس کام کا تجربہ ہے؟

۲۲/ نومبر ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۰/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"اشتعال طبع میں جرم ہلکا" ۔ اشتعال طبع میں (یعنی کوئی ایسی اہم بات سن کر، دیکھ کر یا جان کر ایسا مشتعل ہو جانا کہ حواس قابو میں نہ رہیں) جرم ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں حاکم اگر مناسب سمجھے تو کچھ تعزیر دے سکتا ہے، (قصاص نہیں) جب اسے معلوم ہو کہ مجبور ہو کر دیکھا نہیں جا سکا تو مار دیا ------- اس کو سزا تو ہے مگر حد نہیں ہے۔

سرکارؐ کے زمانے میں ایک عورت مرد مرکب ہو گئے۔ شوہر نے دیکھا تو بھالا

مار دیا۔ بھالا دونوں کو پار کر کے زمین میں دھنس گیا (اب چار آدمیوں کی گواہی کی ضرورت کیا یہی سب سے بڑی شہادت تھی) سرکارؐ فرمائے۔ "تو دیکھ نہ سکا غیرت کے مارے، اللہ تجھ سے بڑا غیرت مند ہے۔ وہ یہی چاہتا تھا ان دونوں کو سزا"۔ (چنانچہ شوہر کو سزا نہیں دی گئی)

۲۴/ نومبر ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"اعتماد علی اللہ" ۔ اعتماد علی اللہ میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ اس وقت ایسا ہی ہونا تھا، دوسرا ممکن نہیں۔ جو کچھ کر رہا ہے اللہ، اچھا کر رہا ہے ------ یہ تقدیر کھلنا تو اس میں بڑا مزا ہے۔

"عزم پر سزا" ۔ عزم پر سزا ہو گی مگر فعل کے اتنی نہیں (عزم یعنی کسی کام کا پکا ارادہ)۔ نتیجہ نکلنا، نہیں نکلنا اور بات ہے۔ مگر تم اللہ کی مخالفت پر تیار ہو۔

"معصوم اور محفوظ" ۔ پیغمبروں کا قلب خدا کی مرضی کے خلاف حرکت ہی نہیں کرتا۔ امام حضرات وغیرہ، یہ بھی معصوم ہیں۔ لیکن اللہ نے پیغمبروں کی طرح ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ وہاں (یعنی امام حضرات کے پاس) فعلیت نہیں لیکن امکان تو ہے۔ پیغمبروں کے پاس گناہ کا امکان بھی نہیں (اس لئے پیغمبروں کو معصوم اور اماموں کو محفوظ کہا جاتا ہے)۔ سب کی حفاظت اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ مگر ایک چیز باقاعدہ ہوتی ہے ایک بے قاعدہ ------ پیغمبر کبھی حکم کے خلاف نہیں کئے خلاف کئے تو گناہ ہوتا ------ یونس علیہ السلام کا "خطرہ" تھا (گناہ نہیں) ------ یہ یاد رکھو! میں کیا بول رہا ہوں؟ پیغمبروں کو خطرہ پر بھی گرفت ہوتی ہے۔ آپ کو ہم کو خطرہ پر پکڑ نہیں ہوتی۔ ان کو خطرہ پر توبہ کرنا پڑتا ------ اللہ میاں چاہیں تو خطرہ پر گرفت کر سکتے ہیں، آپ ہم نہیں کر سکتے۔ اس کے سامنے "خطرہ اپنے سے آتا ہے" وغیرہ۔ (یہ حیلہ بازی) کچھ نہیں چلتی ------ جن چیزوں پر پیغمبروں کی "لیوڑی (یعنی سرزنش)" ہوتی ہے ہم کو بھی ان

سے بچنا چاہیے۔

۲۵/ نومبر ۱۹۵۸ء روز سہ شنبہ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"بے ارادہ جینا" ۔ ارے میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوں بے ارادہ جینے والا کیسا رہتا ہے۔

"بندہ کے پاس کچھ نہیں" ۔ بندہ کو کمال سے کیا علاقہ ؟ (کمالات تو سارے اللہ کے لئے ہیں ۔ بے کمالی ہی بندہ کا کمال ہے) ۔ ہمارے پاس بے شک کچھ نہیں ہے مگر خدا کا جتنا ہے، ہمارا ہے ------- میرا کچھ نہیں تو لاؤں کہاں سے ؟ جس کے پاس ہے اس کے پاس سے۔

"وجود کا احساس" ۔ وجود احساس کرنے کی چیز ہے، عدم سمجھنے کی بات ہے (یعنی انتزاعی) احساس تو وجود کا ہوتا ہے -------- تم اپنے احساس کے اوپر زور دے کر دیکھو کیا ہوتا سو ! ------- خیالات کی طرف نہیں (خیال کی طرف زور نہیں بلکہ احساس پر)

"مولوی اور فقیر میں فرق" ۔ مولوی اور فقیر میں اتنا ہی فرق ہے کہ مولوی بندہ کو "حقیقی" سمجھتے ہیں اور اللہ کو "انتزاعی"، خیالی اور فقیر اپنے کو "انتزاعی" اور خدا کو "حقیقی" سمجھتے ہیں۔

"شر" کی حقیقت" ۔ عمر خیام نے کہا کہ اللہ تو خیر ہی خیر ہے۔ شر تمہارے تعین کی وجہ سے آیا۔ جتنا شخصی تعین بڑھتا گیا اس سے کچھ نہ کچھ چھوٹتا گیا، دور ہوتا گیا۔ جتنا دور ہوتے جائیں گے اتنے ہی عدمیت آتی جائے گی۔

یہ شر آیا کہاں سے ؟ آتا کہاں ؟ صرف سمجھ میں آتا، وہ بھی دوسرے کی طرف نسبت کرنے سے۔ اللہ کے پاس شر کہاں ؟ اللہ تو بری چیز پیدا کرتا ہی نہیں۔ اس کے پاس برائی آتی ہی نہیں۔ تم اپنی سمجھ سے اسے بری سمجھ رہے ہو۔ شر تو نسبتوں سے ہے ------- "میری چھوٹی انگلی اچھی" "میری انگلی تو مجھ میں ہے، جدا ہوتی کیسا ؟ انگلی

میں شر بھی نہیں چونکہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے مگر اس خیال میں دوسری انگلیاں خیال سے جو نکل گئیں وہ شر ہے۔ ایک انگلی کا خیال شر نہیں۔ دوسری انگلیوں کا نکل جانا خیال سے یعنی "عدمیت" شر ہے۔

۲۶/ نومبر ۱۹۵۸ء روز چہار شنبہ ۱۴/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"کیفیات" ۔ ربنا لاتؤاخذنا (اے ہمارے پروردگار ہم کو مت پکڑ) لاکے، کھلاکے پلاکے، پرورش کر کے پکڑتا ؟ (یعنی اتنی مہربانیاں اور عنایتیں کرنے والا یقیناً نہیں پکڑے گا) ------ "میں تیرا بندہ ہوں مگر تیرے سوا تو نہیں ہوں"۔ میں یہی چیختے چیختے مروں گا ------ لوگ میری تعریف کرتے ہیں تو مجھے ہنسی آتی ہے ------ ارے! تم دیکھے نہیں آدمیوں کو، اس واسطے میری تعریف کر رہے ہیں۔

"رحمت عام" ۔ (اللہ کی رحمت عام کے بارے میں فرمایا کہ دو قسم کی ہے) (۱) رحمت امتنانی = بے مانگے دینا۔ (۲) رحمت وجوبی = مانگنے اور طلب پر دینا (یہ مانگنا زباں سے بھی ہو سکتا ہے، زبان حال سے بھی ہو سکتا ہے اور زبان فطرت سے بھی۔ یعنی جس کی جیسی فطرت ہے اسے ویسا دیتا) جو مانگے وہ دیتا ------ اس کا پھیلاؤ اتنا ہے کہ چور چوری کرنا چاہے تو اس کے اسباب دیتا۔ ایک آدمی زنا کرنا چاہتا ہے تو عورت پیش کرتا۔ چور کو چوری دیتا۔ نہیں دیا تو بخیل ہو جاتا۔ وہ بخیل تو ہے نہیں۔

"معافی، مغفرت ورحم" ۔ واعف عنا، واغفر لنا وارحمنا اللہ میاں تین طرح گناہوں کو معاف کرتے۔ مٹا دیتے، چھپا دیتے اور نیکیوں سے بدل دیتے۔ (گناہوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی منطق یہ ہے کہ) یہ تیری خطا تھی ؟ غلطی تھی ؟ کچھ نہیں۔ تیری فطرت کی کمزوری تھی۔ فطری کمزوری کو نہیں پکڑتا میں"۔ یہ ان کے لئے ہے جن پر "سر قدر" کھل جاتا ہے ------ ڈاکٹر لطیف پوچھے

"واعف عنا واغفر لنا"۔ مٹا دینے کے بعد کیسا چھپا دیتے "میں بولا "ماضی" کے مٹا دیتے، اور "مستقبل" کے آنے والے (واقع ہونے والے) چھپا دیتے، ظاہر ہونے نہیں دیتے (وقوع پذیر ہونے نہیں دیتے) ماضی کو مٹائے، مستقبل کو چھپائے۔

۲۹/ نومبر ۱۹۵۸ء روز شنبہ ۱۷/ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

"دنیا اللہ کا علم ہے" ۔ "یہ دنیا! یہ دنیا!!"۔ ایک علم ہے کہ فائز ہو رہا ہے خدا کی طرف سے۔ علم میں "شنا" ہے تو دنیا میں شنا ہے۔ اس کے بچے ہیں تو (دنیا میں بھی) بچے ہیں۔ (جو علم میں ہے دنیا کے روپ میں ظاہر ہو رہا ہے) ------ عین ثابتہ پر تجلی اسماء الٰہی "کن فیکون" ہے۔ وہ تو ایک وقت ہو چکا۔ اب ان کا خارج میں ظہور ایک ترتیب سے ہو رہا ہے۔ یعنی "کن فیکون" کا ربط عوالم سے ترتیب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ ترتیب تقدیر ہے ---------- "سوچتے جا رہے ہیں اللہ میاں" بولیں تو حدوث ہوتا ہے۔ "اس سوچنے، جاننے کو ربط ہوتا جا رہا ہے" کہتے ہیں۔

"کفر و شرک و زندقہ" ۔ کفر و اسلام کا دار و مدار "بالذات"، "بالعرض" سمجھنے پر ہے ------ "اللہ میاں ہمارے جیسا ہنستا ہے، روتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے"۔ یہ "زندقہ" ہے۔ "ہم اللہ کے ولیے ہیں، اس کی جیسی قوت رکھتے ہیں بولیں تو "شرک"۔

"محبت، توحید، عبدیت" ۔ "محبت" کے شہنشاہ موسیٰ علیہ السلام۔ "توحید" کے شہنشاہ عیسیٰ علیہ السلام اور "عبدیت" کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"امام جعفر صادق اور امام اعظم" ۔ امام جعفر صادق نے امام اعظم سے فرمایا، کیا چیز اختیار کریں، کیا چیز اختیار نہ کریں؟ امام اعظم نے کہا جس چیز میں خیر ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے اور جس میں شر ہو اس سے بچنا۔ امام جعفر صادق

(بقیہ صفحہ ۱۲۶ پر)

○ نہ جان سکنے کا جاننا ہی علم ہے۔ العجز عن درک الادراک ادراک۔ "ولایت" کے لئے جذبہ (یعنی کیفیت جذب) شرط ہے، مگر اس کا دائمی ہونا شرط نہیں۔ دائم ہو تو مجذوب ہو جائے گا۔ ایک منٹ کے واسطے بھی خیال ایک نقطہ پر قائم ہو کے غائب ہو گیا تو کافی ہے۔ اس میں حسب حالت، درجات ہیں۔ (۲/ نومبر ۱۹۵۷ء شنبہ)

○ میں اسباب سے ترک تعلق کر چکا ہوں۔ گو آپ کو پڑھاتا ہوں سب کرتا ہوں مگر اپنے سے ایک لفظ نہیں بول سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ "آپ بڑے عالم ہیں"۔ حالانکہ جس لفظ پر انہوں چاہے بے علم کر دے سکتے ہیں۔ دراصل کوئی میری لاکھ تعریف کرے مجھے اپنی خوبی ذرا برابر بھی محسوس نہیں ہو سکتی۔ سب تعریف اللہ ہی کی ہے۔ (۱۹/ نومبر ۱۹۵۷ء سہ شنبہ)

○ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ (یعنی یہ سارا عالم شہادت) بس ایک خیالی ڈرامہ ہے، اور یہ لوگ "ہمہ از وست" والے ہیں، یہ علم والے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہی بنتا چلا جا رہا ہے۔ یہ لوگ "ہمہ اوست" والے ہیں۔ (۳/ دسمبر ۱۹۵۷ء سہ شنبہ)

درس لوائح جامیؒ

جامیؒ بڑے پائے کے شاعر، عاشق رسولؐ، عارف اور تصوف کے اعلیٰ نظریے کے حامل ہیں۔ بڑے عالم اور بزرگ گزرے ہیں۔ لوائح جامی فارسی زبان میں تصوف کی اہم کتاب ہے۔ حضرت قبلہؒ کے پاس کے دروس میں ایک درس اس کا بھی ہے۔ آپ کے ترجمے اور تفہیمات کو اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت۔/20 روپے۔

"فیوض صحبت"

(حصہ اول) حضرت قبلہ کے آخری دور کے اہم دروس و ارشادات کو آپ ہی کے الفاظ میں ہو بہو ریکارڈ کر لیا گیا ہے۔ دین و دنیا کے سارے علوم کے جواہر پارے ہیں جس کی قدر وہی کر سکتا ہے جو حضرت ممدوح سے واقف ہے۔

قیمت۔/30 روپے۔

"القدیر پبلیکیشنز 241-3-16 ۔ چنچل گوڑہ حیدرآباد 24 فون نمبر 529760

"حسرت اکیڈیمی" "صدیق گلشن"۔ قریب بہادر پورہ حیدرآباد۔ (اے۔پی)

کتابت سے طباعت تک تمام مراحل ہمارے ذمے

اردو کمپیوٹر کتابت

روزانہ سو صفحات کی رفتار سے بالکل واجبی داموں پر

علاوہ ازیں فارسی، انگریزی، عربی اور اردو مقالوں (Thesis) کے لیے خاص رعایت۔ وقت کی پابندی ہمارا نصب العین ہے۔ رابطہ قائم کریں

JALALUDDIN AKBAR

فون نمبر — 44 13850

URDU COMPUTER CENTRE

OPP. JAMA-E- AYESHA NISWAN (New Building)

17-1-181/M/35 DARAB JUNG COLONY

MADANNAPET HYDERABAD 500659 (A.P)